حکومت اپنی منشا و خواہش کو پورا کرنے کے لیے ہمارے بالمقابل پوری طرح سے مسلح ہے اور وہ اپنے ارادوں اور ممکنات سے بخوبی واقف ہے۔

لیکن ہم پنڈت موتی لال نہرو کے روح پرور الفاظ میں یہ کہیں گے کہ "ہمارے جسم کو چاہے کتنا ہی کمزور اور ناتواں بنا یا جائے لیکن نہ ہماری روح کبھی کچلی جا سکتی ہے اور نہ کبھی کچلی جا سکے گی۔" ہماری تحریک کے پس پشت بے پناہ قوت موجود ہے یہ قوت بھوک اور بدحالی کی قوت ہے جو اس تحریک کو باوجود غیر موافق حالات کے آگے بڑھائی چلی جا رہی ہے ملک کے تعلیم یافتہ نوجوانوں اور غیر تعلیم یافتہ عوام میں روز بروز بڑھتی ہوئی خطرناک بے روزگاری، ٹیکسوں کی بھرمار، ارامنی کے ناقابل برداشت لگان کا بوجھ، جدید طرز کی موزوں طبی امداد کی عدم موجودگی میں انسانی جانوں کا لرزہ خیز اتلاف حدود ریاست سے باہر ہزار ہا لاوارث مزدوروں کی مصیبت زدہ حالت کی موجودگی اور ان سب کے بالمقابل حکومت جموں و کشمیر کا غیر ملکی سرمایہ داروں کی مالی سرپرستی کرنا اور پھر ریاست کا سرگراں نظام حکومت غرض ساری چیزیں ہمیں بتلاتی ہیں کہ موجودہ حالات کی اصلاح اس وقت تک ناممکن ہے جب تک موجودہ نظام حکومت کے طریقہ کار اور بنیادی اصول میں مکمل و موثر تبدیلی نہ کر دی جائے۔

دنیا اس وقت ارتقائی منازل کے دور سے گزر رہی ہے جو نظام کل تک رائج تھے آج انہیں فرسودہ اور متروک قرار دیا جا رہا ہے۔ نئی نویلی اور تازہ ترین طاقتیں منصہ شہود پر جلوہ نما ہو رہی ہیں۔ ہندوستان کے صوبہ جات میں مکمل خود مختاری رائج کر دی گئی ہے اور عنقریب ہی وہاں کے مرکز میں بھی ذمہ داری عطا کر دی جائے گی یہ سب کے سب صوبے ہمارے پڑوسی ہیں اور ان میں سے بعض کسی صورت میں بلحاظ آزادی اور کیا بلحاظ تعلیم اور دیگر معاملات میں ریاست جموں و کشمیر کے مقابلے میں کسی ترجیح کے مستحق نہیں ہیں۔

کیا ان واقعات سے ہم متاثر ہوئے بغیر رہ سکتے ہیں جب کوئی مدعا

اور نصب العین انسانی دلوں میں اپنی جڑیں پھیلاتا ہے تو اُسے کاٹ کر پھینک دینا کسی طاقت کے امکان میں نہیں رہتا۔

ہم سب اس امر کو جانتے ہیں کہ ایک نصب العین دنیا میں پھیل چکا ہے جو تمام بارود بھری طاقتوں سے زیادہ طاقتور ہے اس دلیل کی طاقت کا یہ نتیجہ ہے کہ لارڈ ونٹرٹن اور لارڈ لوتھین ایسے برطانوی سیاست دانوں کے قلوب اس سے متاثر ہوئے ہیں، انہوں نے متعدد بار ہندوستانی ریاستوں کے رعایا کے جذبات اور حقیقی مطالبات کے ساتھ گہری ہمدردی اور ہم آہنگی کا اظہار کیا۔

ہمارے نصب العین نیک، معقولیت اور انصاف پسندی کے تمام اوصاف کا حامل ہے ہم چاہتے ہیں کہ اپنی قسمتوں کا بنانا ہمارے اپنے ہاتھوں میں رہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہز ہائی نیس مہاراجہ بہادر کی مشفقانہ سرپرستی میں اپنے تمام امور کی اپنی پسند اور ضرورت کے مطابق طے کریں ان پاکیزہ عزائم کو ہم اس وقت تک بروئے کار نہیں لا سکتے۔ جب تک نظام حکومت کے طور طریقوں میں موزوں تبدیلی پیدا نہ کر دی جائے اس نتیجہ پر پہنچ کر مذکورہ بالا تغیر کے بغیر ریاست کی اقوام کا فرداً فرداً اور پورے ملک کا اجتماعی طور پر ترقی یاب ہونا غیر ممکن ہے۔ بوجوہات مذکورہ ہمارا پختہ یقین ہو چکا ہے کہ حضور مہاراجہ بہادر کی حکومت مزید وقت ضائع کیے بغیر حسب ذیل سانچہ کے مطابق ڈھال دی جائے۔

(ا) ریاست کے موجودہ طرز حکومت کے بجائے ایک ذمہ دار نظام حکومت قائم کی جائے جس پر عام اقتدار ہز ہائی نیس مہاراجہ بہادر کا ہو اور تفصیلات ذیل کے مطابق ہز ہائی نیس کو اختیارات خصوصی حاصل رہیں۔

(ب) کابینہ وزارت جموں و کشمیر کی مجلس قانون ساز کے سامنے جواب دہ ہو اور اسی جواب دہی اور ذمہ داری کے تابع ریاست کی آمدن اور اخراجات اور آمدنی کی تقسیم اور دیگر جائداد جو بحالت موجودہ سٹیٹ کونسل کے ماتحت بحیثیت "مدات محفوظ" رکھے گئے ہیں۔ ان پر وزارت

کو پورا اختیار ہو بجز حسب ذیل اخراجات کے جو صرف ہز ہائی نیس مہاراجہ بہادر کے زیر اقتدار رہیں گے۔

۱۔ ریاست کی افواج کے اخراجات

۲۔ وہ اخراجات جنہیں سیاسی اور خارجی اخراجات کی مدات میں ظاہر کیا جاتا ہے۔

۳۔ حکومت جموں وکشمیر کے اُن تمام قرضہ جات اور واجبات کی ادائیگی جن کے معاہدات قانونی طور مہاراجہ بہادر کی کونسل نے منظور کیے۔

۴۔ دھرم ارتھ ٹرسٹ

(ج) نظام حکومت کے تمام شعبہ جات میں مجلس قانون کے سامنے جواب دہی کے اصول کو رائج کیا جائے گا۔ بدیں شرائط کہ تمام اقتدار محفوظ اور مخصوص اختیارات افواج، محکمہ خارجہ، محکمہ سیاسی پر ہز ہائی نیس مہاراجہ بہادر کو حاصل رہیں گے البتہ افواج اور محکمہ خارجہ اور محکمہ سیاسی کے لئے ہز ہائی نیس کی طرف سے تجویز کردہ اقوام مجلس قانون ساز میں رائے کے لیے پیش ہوں گی۔ لیکن اخراجات کی ایک خاص حد تک جنہیں مہاراجہ بہادر کو اسمبلی کے فیصلہ سے اختلاف کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

(د) مجلس قانون ساز کلی طور پر ایسے حلقہ جات سے منتخب شدہ اراکان پر مشتمل ہوگی جو حلقہ ہائے حق رائے دہی بالغان کی بنیاد پر قایم کیے جائیں گے مجلس قانون ساز میں انتخابی بنیادوں پر مزدوروں، تاجروں، بڑے زمین داروں اور تعلیمی اداروں کے مفاد کی نمائندگی کا انتظام کیا جائے گا۔

(ہ) مجلس قانون ساز کا انتخاب مخلوط بنیادوں پر ہوگا اور اقلیتوں کو ان کے جائز لسانی، مذہبی، تمدنی، سیاسی اور اقتصادی تحفظات اور پاسنگ دیے جائیں گے۔ مزید برآں تمام اقوام کے مذہبی حقوق اور جذبات کا تقدس ہمیشہ ملحوظ رہے گا۔ اور اس میں کوئی مداخلت نہ ہوگی۔

(و) ریاست کے تمام باشندے بلا امتیاز مذہب و ملت رنگ و نسل حفاظتی افواج میں بھرتی ہونے کے مستحق ہوں گے اور اس مقصد کی تکمیل کے

کے لیے ایک وزیر جو اسمبلی سے منتخب ہوگا مہاراجہ بہادر کی اعانت کرے گا۔

(ز) ہز ہائی نیس مہاراجہ بہادر کی رعایا کا کوئی بھی فرد ضمیر کی آزادی حق جائداد، حق انجمن سازی، تحریر و تقریر سے روکا نہیں جاسکے گا۔ بجز اس صورت میں کہ ریاست کی کسی عام عدالت نے ایسا حکم دیا ہو۔

ہم نے خلاصہ کے طور پر اپنے فوری مقاصد کو پیش کر دیا ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ محض مانگنے سے ہی مطالبات ہمیں نہیں دیے جائیں گے۔ اس میں حکومت کی مدبرانہ فراخ دلی کی ضرورت ہے ہمارے مخلصانہ خواہش ہے کہ حکمران، عوام کے منتخب نمائندے ہوں، گورنمنٹ چاہے تو مذکورہ قومی مطالبہ کو قبول کرنے کا اعلان کر سکتی ہے۔ مہاراجہ بہادر کی حکومت ہمارے ساتھ مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں بات چیت کرنا چاہتی ہو تو ہم تہہ دل سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو ہر طرف امن و امان کا دور دورہ ہوگا۔

دستخط کنندگان

شیخ محمد عبداللہ، صدر نیشنل کانفرنس

پنڈت کیشپ بندھو، ایڈیٹر "کیسری"

سردار بدھ سنگھ۔ سابقہ ممبر اسمبلی

پنڈت جیالال کلم۔ صدر ہارا لیبوسی ایشن کشمیر

پنڈت پریم ناتھ بزاز۔ ممبر گلانسی کمیشن

خواجہ غلام محمد صادق۔ ممبر اسمبلی

مولوی محمد سعید مسعودی۔ ممبر اسمبلی و میونسپل کمشنر

پنڈت شیام لال صراف۔ صدر کشمیر ہندو پروگریسو پارٹی

میاں احمد یار خاں۔ ممبر اسمبلی

ڈاکٹر شیو ناتھ پشن۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس

مرزا محمد افضل بیگ۔ ممبر اسمبلی

بخشی غلام محمد۔ سالار اعظم



پنڈت نہرو کا کہنا ہے مسئلہ کشمیر کے بارے میں ہمارا گاندھی کا نظریہ آشیرواد ہمیشہ شامل رہا۔

باب ۲

کشمیر کی سیاست میں نیشنل کانفرنس اور انڈین کانگریس کا رول

سمجھائے کون بلبل غفلت شعار کو
محدود کر لیا ہے چمن تک بہار کو

جزو

۱۔ نیشنل کانفرنس اور انڈین کانگریس
دو جسم مگر ایک جان ہیں ہم ——— ۱۰۹
۲۔ "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کا پس منظر
"دنیا کشمیر" کا منشور ——— ۱۱۹
۳۔ "کشمیر چھوڑ دو" تحریک میں
مسلم کانفرنس کا رول ——— ۱۳۳
۴۔ "تحریک آزادی کشمیر" کے
ڈائرکٹ ایکشن کا انجام ——— ۱۴۵
۵۔ کوئٹ کشمیر تحریک کے جنم کا ماخذ
مقدمہ بغاوت ——— ۱۶۳
۶۔ ڈوگرہ راج کا آخری اسمبلی انتخاب ——— ۱۷۹

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

نیشنل کانفرنس اور انڈین کانگریس
دو جسم مگر ایک جان ہیں ہم

تحریک حریت کشمیر ۱۹۳۱ء سے لے کر ۱۹۳۹ء تک جب تک نیشنل کانفرنس کا جنم ہوا۔ شیخ محمد عبداللہ ایک جونیر لیڈر تھے اور اس حیثیت سے وہ لیڈران قوم کی آخری صف میں رہا کرتے تھے۔ لیکن کانگریس کے ساتھ ساز باز کے بعد انہیں آہستہ آہستہ پچھلی صف سے نکال کر اگلی صف میں لایا گیا۔

چنانچہ سوپور کے اجلاس میں پنڈت جواہر لال نہرو اور خان عبدالغفار خاں نے اُن صف اول کے لیڈروں میں سے ایک کا بھی نام زبان پر نہ لایا جو تحریک کے روح رواں تھے اور اُن میں سے بعض سوپور اجلاس میں بھی موجود تھے۔

ان کی نظروں میں اوّل اور آخر شیخ عبداللہ ایک ایسے لیڈر تھے جو حقیقی معنوں میں یہاں اُن کے مفاد کی رکھوالی کر رہے تھے۔

دراصل کانگریس کے لیڈروں کا مشن بھی یہی تھا کہ شیخ عبداللہ نمبر ون لیڈر بن کر رہے تاکہ وقت ضرورت بغیر کسی رکاوٹ کے وہ ان کے کام آسکیں۔ سرینگر اور سوپور میں کانگریسی رہنماؤں کو اطمینان دلانے کے بعد جب نیشنل کانفرنس کی لیڈر شپ مسلم کانفرنس کو دبانے میں کامیاب ہوئی تو انہوں نے میدان جنگ کی طرف نگاہ دوڑائی تو وہ واقعی سرد پڑ چکا تھا۔

ڈوگرہ حکومت اس بات پر شاداں نظر آرہی تھی کہ وادی میں مسلمان جو تحریک ڈوگرہ راج کے خلاف چلا رہے تھے وہ تحریک انہوں نے اپنے ہی خلاف موڑ دی۔

بعض مسلم رہنما اس بات پر پشیمان تھے کہ تحریک نے یہ کیسا موڑ اختیار کر لیا جس موڑ پر آ کر ہم اپنی اصلی راہ سے بھٹک گئے۔

نیشنل کانفرنس مدتوں تک مسلم کانفرنس کے ساتھ نبرد آزما رہ کر اب تھکاوٹ سی محسوس کر رہی تھی اور یہ تھکاوٹ جب آہستہ آہستہ دور ہو گئی تو ڈوگرہ راج کے خلاف لڑنے کے لیے یہ لیڈر شپ پر تولنے لگی۔

ڈوگرہ راج کے خلاف دوبارہ تحریک شروع کرنے کے لیے بہانہ تو چاہیے اور بہانہ بھی ایسا ہو کہ لوگ ایسے اُمڈ جائیں کہ بیٹھنے کا نام بھی نہ لیں۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو نمائش گاہ سرینگر میں وائسرائے ہند کی بیوی لیڈی ویول اور مہارانی تارا دیوی آرہی تھیں۔ ان کے لیے نمائش گاہ کو خوب سجایا گیا تھا۔

اس روز شام سات بجے کے قریب شیخ عبداللہ غلام احمد قمرہ کے گھر آ گئے۔ ان کے ہمراہ مرزا افضل بیگ بھی تھے۔ یہاں سے انہوں نے قمرہ صاحب کے گھریلو نوکر کو نمائش گاہ بھیجا تاکہ وہ دیکھیں وہاں کوئی فساد تو نہیں ہوا، گھریلو نوکر آدھ گھنٹے کے بعد واپس آیا تو انہوں نے بتایا، وہاں حالات ٹھیک ہیں۔ کسی قسم کا دنگا فساد نہیں ہے۔ کچھ دیر کے بعد اس نوکر کو پھر حالات دیکھنے بھیج دیا گیا تو یہ الٹے پاؤں واپس آ کر بولا، وہاں زبردست دنگا فساد ہوا ہے۔

ٹیکنیکل کالج کے اسٹال پر کسی کی نظر چند نقلی تصویروں پر پڑی جو پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اور علیؓ، فاطمہؓ، حسن و حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ منسوب تھیں ان فرضی تصویروں پر فوری طور قبضہ کر لیا گیا۔

نعرۂ تکبیر کے ساتھ مسلمان جمع ہو گئے۔ سٹال پر حملہ کر کے اس کا سارا سامان توڑ پھوڑ دیا گیا۔ آناً فاناً سارے شہر میں یہ بات آگ کی طرح پھیل گئی ملٹری اور پولیس نے شہر کو گھیر لیا، چیف آف آرمی سٹاف، گورنر اور چند وزیر ایک کے بعد ایک موقعہ پر آئے انہوں نے حکومت کی طرف سے معافی مانگ کر عوام کو پُرامن رہنے کی تلقین کی تاکہ اس فتنہ کے جگانے کے اسباب معلوم کیے جا سکیں، گورنر نے ٹیکنیکل کالج کے انچارج مسٹر کھانڈے خان کو طلب کیا تاکہ ان سے اس واقعہ کے اسباب حاصل کیے جا سکیں۔ حالات قابو سے باہر ہونے لگے تو نمائش گاہ کا کنٹرول ملٹری نے سنبھالا۔

شیخ عبداللہ، مرزا افضل بیگ اور غلام محی الدین قمرہ کے ہمراہ یہاں آئے تو گورنر اور ریاستی وزیر جی۔ ایم سیکھری سے حالات معلوم کرنے کے بعد مشتعل ہجوم کو جذبات قابو میں رکھنے کو کہا۔ انہوں نے لوگوں کو نمائش گاہ سے نکال کر امیرا کدل چلنے کو کہا۔ امیرا کدل میں انہوں نے لوگوں کے ہجوم سے خطاب فرماتے ہوئے کہا۔

"جن بدبختوں کی یہ حرکت ہے اُن کی فوری طور نشاندہی کی جانی چاہیے۔ اگر حکومت اس میں کامیاب نہیں ہوئی تو یہ کام ہم خود اپنے ہاتھ میں لے لیں گے ——، لوگ کل بطور احتجاج مکمل ہڑتال کریں گے۔"

اگلے روز اس نازیبا حرکت کے خلاف سارے شہر میں مکمل ہڑتال رہی، تمام دوکانیں اور گاڑیاں بند ہو گئیں۔ سکول اور کالج بند ہو گئے۔ عوام کے ساتھ ساتھ سکول اور کالج کے طلباء نے بھی احتجاجی جلوس نکالے۔

سرائے بالا میں لوگوں کے احتجاج سے خطاب فرماتے ہوئے شیخ صاحب نے تلقین کی کہ وہ اس منحوس واقعہ سے مشتعل ہو کر ایسی حرکت نہ کریں جس سے دوسرے فرقوں کی دل آزاری ہو، حکومت اس واقعہ کی تحقیقات کر رہی ہے۔

اس موقعہ پر شیخ صاحب نے حکومت کی طرف سے اس واقعہ کے بارے میں پیش کیا گیا معافی نامہ ترجمہ کر کے کشمیری میں سنا دیا۔

انہوں نے جلسہ کے اختتام پر تقریر کا رخ برصغیر کی سیاست پر موڑ دیا شیخ صاحب نے نظریہ پاکستان کی مخالفت کرتے ہوئے مسلم لیگ کو آڑے ہاتھوں لیا۔ کانگریس کی بھرپور حمایت کرتے ہوئے انہوں نے سرکار انگلشیہ سے آزاد ہند فوج پر مقدمہ واپس لینے کا مطالبہ کیا اور اس مطالبہ کا ریزولیوشن اسی اجتماع میں پاس کرایا۔

عام لوگوں نے سرکار انگلشیہ اور آزاد ہند فوج میں کوئی دلچسپی نہیں لی، وہ صرف اتنا جاننا چاہتے تھے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ، علی کرم اللہ وجہہ، فاطمہ طاہرہؓ اور حسینؓ کی توہین کس نے کی، کیوں کی؟

لوگ اصلی مجرم کو پیش کرو کے نعرے لگا رہے تھے۔

مسلمانوں کی طرف سے تشدد پر اُتر آنے کے باوجود حکومت نے صبر و تحمل سے کام لیا۔ حکومت کی طرف سے بار بار اعلان کرایا گیا کہ مجرموں کا پتہ لگوایا جائے گا اور انہیں

کڑی سے کڑی سزا دی جائے گی۔

لیکن عوام حکومت کی اس یقین دہانی کی زبان سمجھنے سے قاصر تھے۔

شہر سرینگر میں فسادات بھڑک اٹھنے کے بعد جب ان کی چنگاریاں آس پاس کے علاقوں میں بھی پھیل گئیں تو حکومت کو فسادات پر قابو پانے کے لیے طاقت کا استعمال کرنا پڑا۔ لیکن اب کی بار حکومت نے طاقت استعمال کرنے میں بے حد احتیاط سے کام لیا۔

جلسے جلوس اور مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو آہستہ آہستہ تھم گیا۔ اس لیے کہ شیخ عبداللہ کو دہلی جانا پڑا، انہی دنوں اودھے پور میں آل انڈیا سٹیٹ پیوپلز کانفرنس کا سالانہ اجلاس پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں ہو رہا تھا۔ اودھے پور کے اجلاس کے بعد شیخ صاحب ملک کے کئی حصّوں کا دورہ کرتے نکلے۔ وہ جہاں جہاں بھی گئے کانگریس کی طرف سے ان کا پُرتپاک استقبال کیا گیا۔ ہندوستان میں قیام کے دوران وہ کانگریس کے رنگ میں رنگ گئے اس کا اعتراف تحریک حریت میں ان کے دیرینہ ساتھی منشی نصیرالدین نے اپنی کتاب "تاریخ جنگ آزادی" میں اس طرح کیا ہے۔

"ہندوستان کے مختلف شہروں کے دورے کے دوران جہاں ان کے پنڈال سے ان کی بے لوث قیادت ان کی نڈرتا اور بے باکی کے قصیدے پڑھے جاتے اور ان کی تعریفوں کے طومار باندھے جاتے وہاں مسلم لیگ کے حلقوں سے انہیں قومی کاز سے غدّاری کرنے کانگریس کے ہاتھوں بک جانے کے الزامات لگائے گئے۔ انہیں ملّت فروش کہا گیا۔"

ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد جب آپ دہلی واپس پہنچ گئے تو پنڈت جواہر لال نہرو نے بحیثیت صدر آل انڈیا سٹیٹس پیوپلز کانفرنس کے چمفورڈ کلب میں ایک پریس کانفرنس دی جس میں دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے اخباری نمائندوں نے شرکت کی، کانفرنس کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے کہا۔

"برطانوی ہند کی آزادی میں لازماً ہندوستانی ریاستوں کی آزادی شامل ہونی چاہیے ورنہ ہندوستان میں قیام امن ناممکن ہے۔"

اس موقع پر کانفرنس کے نائب صدر شیخ محمد عبداللہ نے مختلف سوالات کا جواب دیتے

ہوئے کہا۔

"ہم مکمل حق خود ارادیت کے حامی ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ اگر حق خود ارادیت کو صرف مذہبی بنیادوں پر عمل میں لایا گیا تو ایسی صورت میں مناسب نہیں ہو سکتی یہ صورت خطرناک اور رجعت پسندانہ ہوگی، میں بے شک متحدہ ہندوستان کا خواہاں ہوں گا جس میں ہماری قسمت کی نگرانی اور رہبری موثر طریقے سے ہو سکے۔ لیکن وہ یک جہتی جابرانہ نوعیت کی نہیں بلکہ رضامندانہ ہونی چاہیے۔ ریاستوں کے باشندے اب پہلے سے زیادہ بیدار ہو چکے ہیں۔ اور اُن میں وسیع سیاسی بیداری ہو چکی ہے۔"

شیخ عبداللہ نے جب اشارتاً کہا ہم نے اپنے آپ کو ہندوستان کے ساتھ وابستہ ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے تو امریکی صحافی نے اُن سے پوچھا۔

"نیشنل کانفرنس کتنے لوگوں کی نمائندہ جماعت ہے؟"

قبل اس کے کہ شیخ صاحب کوئی جواب دیتے پنڈت نہرو نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ کو نیشنل کانفرنس کی طاقت جاننے کا شوق ہے تو اس کے لیے آپ کو کشمیر جانا پڑے گا وہاں پر آپ کو خود پتہ چلے گا نیشنل کانفرنس کتنی طاقت رکھتی ہے۔"

شیخ صاحب دہلی سے سرینگر تشریف لائے تو حسب روایت ان کا شایان شان استقبال کیا گیا۔ ان کے استقبال میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل تھے۔ اگرچہ مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کی تعداد خاصی کم تھی۔ لیکن استقبال میں کسی بھی قسم کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ شیخ صاحب اپنے آئندہ لائحہ عمل کے بارے میں اپنی پارٹی کے عہدیداروں کے ساتھ تبادلہ خیالات کر رہے تھے کہ عید میلاد النبیؐ کے جلوس پر بعض شرپسند غیر مسلموں کے پتھر پھینکنے سے ہندو مسلم فساد بھڑک اٹھا۔ اس فساد سے درجنوں افراد زخمی ہوئے، ابھی یہ زخم تازہ ہی تھے کہ بدلے کی کارروائی میں جنم اشٹمی کے موقع پر مسلم شرپسندوں نے غیر مسلموں کے جلوس پر پتھراؤ کیا دیکھتے ہی دیکھتے فساد نے ایسی بھیانک صورت اختیار کر لی کہ پانچ آدمی جان بحق ہوئے اور سینکڑوں کی تعداد میں لوگ زخمی ہو گئے۔ بعض شدید زخمیوں کو ہسپتال میں داخل کرانا پڑا۔

شہر میں فرقہ وارانہ فسادات نے ایسی گھمبیر صورت اختیار کر لی کہ مسلمان علاقوں

سے پنڈت چلنے سے ہچکچائے اور پنڈت علاقوں سے مسلمان چلنے سے پرہیز کرنے لگے۔

وادی میں حالات ایسا رُخ اختیار کر گئے کہ نیشنل کانفرنس کے بعض سرکردہ اشخاص اسقدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے دو قومی نظریہ پر دوبارہ غور وخوض کرنا شروع کیا۔ نیشنل کانفرنس کے کئی لیڈر برملا کہنے لگے کہ ریاست میں نیشنلزم کا تجربہ ناکام ہوا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ یہ طے کیا جائے کہ ہمارے لیے کونسا راستہ موزوں ہے؟

نیشنل کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی میں جب بیشتر ممبران سے رائے لینے کے لیے اجلاس بلانے کی تجویز پیش کی گئی تو شیخ صاحب نے ایسے اجلاس کی شدید مخالفت کی، لیکن شیخ صاحب کو صاف صاف کہہ دیا گیا کہ غیر مسلموں نے تا حال نیشنل کانفرنس کے عہدیداروں سے اس سلسلے میں رائے طلب کی ہے۔

قبل اس کے کہ مکمل طور پر اُن کی رائے معلوم ہوسکے کئی سرگرم کارکنوں نے پنڈت رہنماؤں اور شیخ عبداللہ کے درمیان ایک خصوصی میٹنگ کرایا جہاں شیخ صاحب نے پنڈت رہنماؤں کے سامنے شکوہ کیا کہ "آپ لوگ ہمیں اپنا تعاون نہیں دے رہے ہیں جس کی وجہ سے مجھ پر دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ یہاں نیشنلازم کا تجربہ ناکام ہوا ہے لہٰذا مجھے دوبارہ مسلم کانفرنس میں شامل ہونا چاہیے اگر آپ اب بھی میرے ہاتھ مضبوط کرنے میں مخلص ہیں تو میں پہلے کی طرح مسلم کانفرنس کی یہ تجویز مسترد کرسکتا ہوں۔

ان پنڈت رہنماؤں نے شکایت کی کہ نیشنل کانفرنس پر مسلمان چھائے ہوئے ہیں اور ہمیں اہم مسائل کے دوران اپنے اعتماد میں نہیں لیتے۔ ایسی صورت میں ہمارا تعاون کس کام کا۔ پنڈت لوگ ناراض ہیں کہ ہم نیشنل کانفرنس میں شامل ہوکر ان کا ایک بھی مسئلہ حل نہیں کراسکے ہیں۔

شیخ صاحب نے حاضرین سے کہا میں پنڈت برادری کو خود بھی سمجھا سکتا ہوں کہ جب تک مشترکہ اہم مسائل حل نہیں ہوسکتے تب تک ذاتی مسائل حل نہیں کرائے جاسکتے۔ چنانچہ اس کے لیے انہوں نے پنڈت اکثریت والے علاقوں میں تقاریر کا سلسلہ شروع کیا۔ سلسلے کی پہلی تقریر رعناداری سرینگر میں کی، شیخ صاحب پہلی بار اسٹیج پر ٹیکہ لگا کر آئے اور خلاف معمول پہلی بار انہوں نے تقریر سے قبل قرآنی آیات کی تلاوت سے پرہیز کیا۔ اس کے بدلے انہوں نے گیتا کے چند شلوک غلط تلفظ میں پڑھ کر سنائے اور آخر میں "ہر ہر مہادیو"

کا نعرہ بھی لگایا۔

اس کے باوجود پنڈتوں کی طرف سے انہیں کوئی رسپانڈ نہیں ملا۔ اور انہوں نے پنڈت علاقوں میں جاکر تقاریر کرنے کا سلسلہ یہیں پر منقطع کیا۔ اپنی ناکام ادا کاری پر وہ خود ہی مایوس ہوگئے اور دوسروں کو بھی مایوس کرایا۔

شیخ صاحب کی مایوس کن صورت حال دیکھ کر کئی ساتھیوں نے ان سے واپس مسلم کانفرنس میں آنے کی پیش کش کی انہوں نے مسلم کانفرنس میں جانے کے بجائے دونوں پارٹیوں کا متحدہ محاذ بنانے کی تجویز پیش کی، چوہدری غلام عباس خاں نے اس شرط پر تجویز مان لی کہ وہ غیر مسلموں کو چھوڑ دیں گے۔ شیخ عبداللہ کے لیے کشمیری پنڈتوں کو چھوڑنا پنڈت نہرو کو چھوڑنے کے مترادف تھا اور پنڈت نہرو کو ناراض کرنا ان کے بس میں نہیں تھا۔ چنانچہ بات چیت ٹوٹ گئی۔

اس بات چیت کے بارے میں پنڈت پریم ناتھ بزاز نے اخبار "ہمدرد" کی ۱۸ مئی ۱۹۴۶ء کی اشاعت میں اپنی رائے کا یوں اظہار کیا ہے۔

"گذشتہ چند دنوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کئی مسلم کانفرنسیوں نے شیخ محمد عبداللہ اور اُن کی نیشنل کانفرنس کے سابق مسلم کش ریکارڈ کو بھول کر محض اس لیے ان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے ڈوگرہ ہندو راج کے خلاف آواز بلند کردی ہے۔ کئی مسلم کانفرنسی یہ بھی سمجھنے لگے تھے کہ شیخ عبداللہ اور اُن کے رفقاء مسلم کانفرنس میں شامل ہونے والے ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلم کانفرنس کے اندر سنجیدہ اور عاقبت اندیش عنصر کو فتح حاصل ہوئی ہے اور مسلم کانفرنسی سمجھ گئے ہیں کہ شیخ عبداللہ نے جو نیا جال بچھایا ہے وہ مسلمان ریاست کی ترقی یا آزادی کے لیے ہے اس لیے مسلمانوں کو کسی صورت میں ان کا ساتھ نہیں دینا چاہیئے۔"

پنڈت پریم ناتھ بزاز ان دنوں ایم۔ این رائے کی سوشلسٹ پارٹی کے حامی بن گئے تھے اور وہ کانگریسی نظام سے اختلاف رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے شیخ عبداللہ اور پریم ناتھ بزاز کے درمیان نظریاتی اختلافات کے بعد دونوں کے الگ الگ راستے ہوگئے تھے۔ اس کی وجہ سے اخبار "ہمدرد"، جو پہلے نیشنل کانفرنس کا آفیشل آرگن تھا اب اسی نیشنل

کانفرنس کی مخالفت کا بیڑہ اُٹھائے ہوئے تھا۔

اخبار "ہمدرد" کی جگہ شیخ عبداللہ نے اخبار "خدمت" اجرا کر کے اسے نیشنل کانفرنس کا آرگن بنا دیا جس کی ادارت مولانا محمد سعید مسعودی اور غلام احمد کشفی کے سپرد تھی۔

پنڈت پریم ناتھ بزاز نے سوشلسٹ بن کر اپنا سارا زور شیخ عبداللہ کی من مانی اور آمرانہ پالیسی کے خلاف استعمال کیا۔ اخبار "ہمدرد" میں نیشنل کانفرنس کو نازی ازم سے تعبیر کیا گیا اور شیخ عبداللہ کے خلاف نظم و نثر میں ایسا مواد شائع ہونے لگا جس سے ان کی پوزیشن مضحکہ خیز ہونے لگی۔ شیخ عبداللہ کے خلاف سود ابازی اور دوسرے ایسے الزامات لگائے گئے جن کا انہیں کوئی جواب نہ بن پڑا چنانچہ پریم ناتھ بزاز کو جان سے ختم کرنے کی ایک سازش تیار کر لی گئی، اس سازش میں ان کے شریک کار بخشی غلام محمد تھے۔ بخشی غلام محمد کے ذریعے پستول حاصل کیا گیا۔ لیکن یہ قاتلانہ حملہ پنڈت پریم ناتھ بزاز پر کس نے کیا اس کا پتہ بخشی صاحب کو بھی نہ چل سکا۔

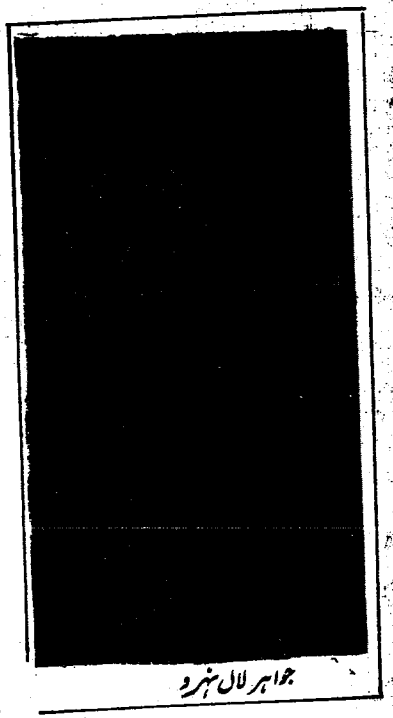
کہا جاتا ہے کہ یہ کام غلام قادر گاندربلی نے کیا جنہیں بعد میں اس کا بہترین صلہ دیا گیا۔ ۱۲ مارچ ۱۹۴۶ء کو شام کے سائے پھیلنے کے بعد ریڈ کراس روڈ پر انہیں گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ البتہ فوری طور پر انہیں ہسپتال پہنچانے اور آپریشن کیے جانے کے کارن وہ جان سے بچ گئے اور نامور سرجن ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے ان کا کامیاب آپریشن کر کے انہیں موت کے منہ سے واپس نکال لایا۔

۱۹۴۶ء سے قبل علاقہ جموں میں نیشنل کانفرنس کا کوئی موثر ڈھانچہ نہ بن سکا۔ ڈوگرہ علاقوں میں اس تنظیم کے حمائتی انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ نہ کبھی انہوں نے کسی تحریک میں حصہ لیا نہ کبھی وہ گرفتار ہوئے۔ نہ کبھی انہوں نے کوئی جلسہ یا مظاہرہ کیا اور نہ ہی کبھی کسی سرگرمی سے حصہ لیا ایک لحاظ سے وہ صرف برائے نام اس جماعت کے ساتھ وابستہ تھے۔ ان افراد نے نیشنل کانفرنس میں شمولیت سے پہلے کانگریس کمیٹی کے نام پر ایک ڈھانچہ کھڑا کیا تھا۔ جس کا مہاراجہ اور اس کی حکومت کے اشاروں پر لوگوں کو نیشنل کانفرنس میں شمولیت سے روکنا تھا اور مہاراجہ کو تحریک آزادی ہند کا ایک حمائتی ظاہر کر کے اُس کی ثنا خوانی کرنا اور نیشنل کانفرنس کی دشنام طرازی کرنا تھا۔

اس کے باوجود ان کی تعداد چالیس اور پچاس کے درمیان تھی۔

جب ۱۹۴۲ء کے اوائل میں پنڈت جواہر لال نہرو اور خان عبدالغفار خاں جموں آئے تو انہوں نے رانی تالاب کے جلسے میں واضح طور پر اعلان کیا کہ جموں و کشمیر میں کانگریس کی کوئی تنظیم موجود نہیں اگر کوئی اپنی وابستگی کانگریس سے ظاہر کرتا ہے تو اُسے نیشنل کانفرنس میں شامل ہو جانا چاہیے۔

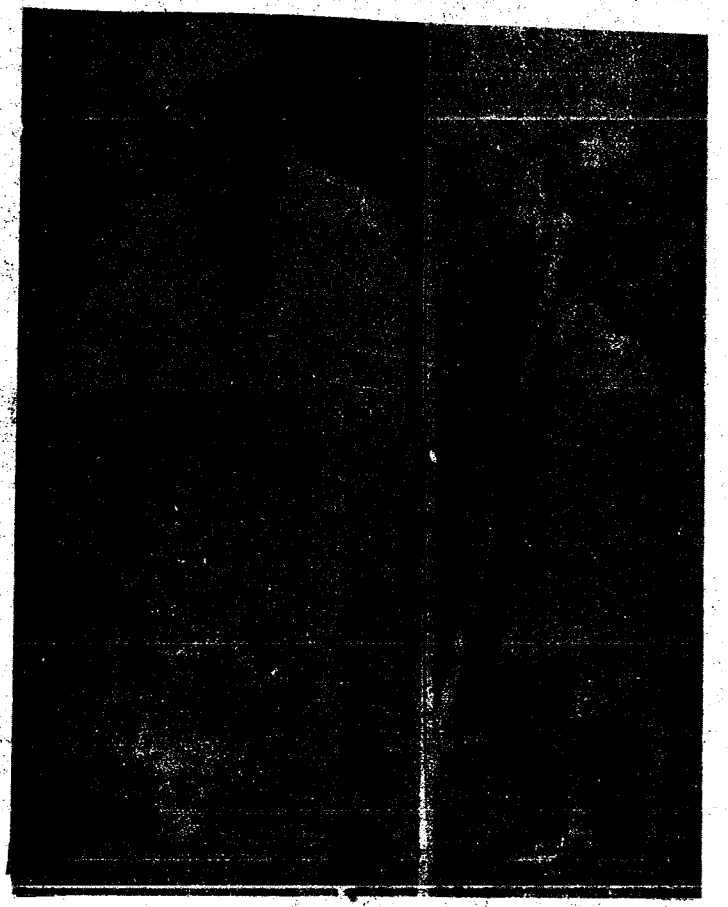
اس سے صاف ظاہر ہے کہ کانگریس کے رہنما نیشنل کانفرنس اور کانگریس میں کوئی فرق نہیں دیکھ رہے تھے۔ نیشنل کانفرنس کو یہ کانگریس کی ہی ایک شاخ سمجھتے تھے یہ دو جسم ضرور تھے مگر ایک جان تھے۔



جواہر لال نہرو



خان عبدالغفار خان



کوئیٹ کشمیر کے بارے میں گاندھی جی اور نہرو جی الگ الگ نظریہ رکھتے تھے۔

تیرگی ہی تیرگی ہر سمت ہے چھائی ہوئی
ہم نے آنکھیں بند کرلیں ہوش میں آنے کے بعد

"کشمیر چھوڑ دو" تحریک کا پس منظر
"نیا کشمیر" کا منشور

بمبئی میں کانگریس کمیٹی کی طرف سے جو اجلاس ۸ر اگست ۱۹۴۲ء میں ہوا اس میں متفقہ طور پر "ہندوستان چھوڑ دو" کی تجویز منظور ہوئی۔ کرپس مشن کی ناکامی کا ردعمل کانگریس کے ذہن پر بہت زیادہ ہوا۔

مہاتما گاندھی مصالحت کے راستے سے قطعی مایوس ہوگئے۔

"ہندوستان چھوڑ دو" تحریک زور پکڑنے لگی تو کمیونسٹ سرگرمیاں ریاست کی طرف رخ اختیار کرنے لگیں۔ ۱۳ر جولائی ۱۹۴۴ء کو یوم شہداء کے موقعہ پر نیشنل کانفرنس پر اشتراکی نظریات کے حامی گروپ نے اپنے وجود کا احساس دلانے کے لیے شہداء کے اعزاز میں جلوس کے دوران روس اور چین کے مجاہدین کے حق میں نعرے بلند کیے۔

روس کی جنگ عوام کی جنگ اور عوام کی جنگ ہماری جنگ کا مظاہرہ بھرپور انداز میں کیا گیا۔ ۱۳ر جولائی کے اس جلوس میں پہلی بار اشتراکی نظریات کا پرچار دور رس نتائج کا حامل تھا۔ اگرچہ ریاست میں ۱۹۴۱ء سے جب ڈاکٹر دھیکاری ممبر سنٹرل کمیٹی پولٹ بیورو اور پی۔ ایل۔ بیدی کشمیر آئے انہوں نے نہ صرف نیشنل کانفرنس لیڈروں کو اپنے دائرہ اثر و رسوخ میں لایا بلکہ پارٹی پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے نیشنل کانفرنس کے نظریات اور مطالبات میں اشتراکی انداز فکر کی گہری چھاپ ڈالنے کے لیے زمین ہموار کرنے لگے۔ زمین ہموار کرنے کی شروعات اگرچہ ۱۹۳۶ء میں پنڈت جواہر لال نہرو کے پرسنل سیکرٹری ڈاکٹر کنور محمد اشرف نے فیض احمد فراچہ کے ساتھ مل کر کی تھی۔ لیکن

وہ مصروفیات کی وجہ سے اس پر زیادہ توجہ نہیں دے سکے۔ انہوں نے کمیونسٹ اندازِ فکر کی ترجمانی کے لیے سرینگر میں سٹیڈی سرکل قائم کیا تھا۔ کمیونسٹ پارٹی کے ایک سرگرم رکن مقیم الدین فاروقی نے خواجہ غلام محمد صادق کو اپنے دائرہ اثر میں لا کر ایک بنیاد قائم کر دی تھی۔

۱۹۴۰ء میں مس محمودہ احمد علی لاہور سے اور نرنجن ناتھ الہ آباد سے تحصیلِ علم سے فراغت پا کر سرینگر آئے تو انہوں نے باضابطہ ترقی پسندانہ خیالات پھیلانے کے لیے معرکہ آرائیوں کے لیے زمین ہموار کرنی شروع کی۔ انہی ایام میں سٹیڈی سرکل کو فضل الٰہی قربان نے جھیل ڈل میں مقیم ایک ہاؤس بوٹ میں منتقل کیا۔ یہاں تعلیم یافتہ نوجوانوں کو کمیونسٹ طرزِ فکر کی بنیادی اصولوں سے واقف کرانے کے لیے باضابطہ پارٹی کا قیام عمل میں لایا بخشی غلام محمد پارٹی کا پہلا ڈسٹرکٹ سیکریٹری مقرر ہوا۔ لیکن بعد میں انہیں پارٹی سے نکال دیا گیا۔ غلام محمد صادق، مس محمودہ، غلام محی الدین قرہ کے ساتھ اس تنظیم میں جو سرگرم کارکن بن گئے ان میں جانکی ناتھ رتشی، پران ناتھ جلالی، پیر غیاث الدین، ہرنام سنگھ، ڈی۔ پی در، رام ناتھ، نصیر الدین شاہ اور پشکر ناتھ زاڈو وغیرہ شامل تھے۔

سرینگر میں مسلم کانفرنس کا خصوصی اجلاس مئی ۱۹۴۶ء میں بلایا گیا۔ محمد علی جناح نے مسلم کانفرنس کی دعوت پر اس اجلاس میں خصوصی طور پر شرکت کی، اجلاس سے قبل ہی یہاں خان عبدالقیوم خاں آ چکے تھے اور وہ یہاں مسلم کانفرنس کے اجلاس کے سلسلے میں آئے ہوئے تھے۔ لیکن انہوں نے نیشنل کانفرنس کے چند اجلاس میں بھی شرکت کی، جس کی وجہ سے انہیں نیشنل کانفرنس کا حمایتی سمجھا گیا۔

شیخ عبداللہ کے ساتھ ہر ملاقات کے دوران قیوم خاں نے انہیں مسلم لیگ کا طرفدار بنانے کی کوشش کی اس کے جواب میں شیخ صاحب نے مسلم لیگ اور محمد علی جناح کو کشمیر کی سیاست سے علیحدہ رہنے کا مشورہ دیا۔

شیخ عبداللہ خان عبدالقیوم خان کو غفار گاندھی کا حمایتی سمجھ کر ان سے پیش آتے تھے۔ لیکن جب انہیں پتہ چلا یہ مسلم لیگ کا حمایتی ہے تو انہیں "آستین کا سانپ" کا خطاب دیا۔ دراصل خان قیوم خان نے شیخ عبداللہ سے ان کے اندر کا سارا کچھ اگلوانے کیلئے ڈبل رول ادا کیا تھا اور جب شیخ صاحب کو اُن کی اصلیت کے بارے میں پتہ چلا تو

انہیں مجبوراً آستین کا سانپ کہنا پڑا ——— شیخ عبداللہ کے اسی رویے کے پیش نظر بعد میں قیوم خان نے کشمیر پر چڑھائی کرنے کا سجھاؤ دیا۔

سر بی۔ این راؤ کے بعد پنڈت رام چند کاک وزیر اعظم مقرر ہوئے تو نیشنل کانفرنس کی طرف سے شادیانے بجائے گئے۔ گھی کے چراغ جلائے گئے۔ انہیں "مسیح کشمیر" اپنا پہلا کشمیری وزیر اعظم کہہ کر بانس پر چڑھایا گیا۔

رام چند کاک کے بارے میں نیشنل کانفرنس خوشیاں منا رہی تھی کہ انہوں نے جوڑ توڑ کے ذریعے ایک منسٹر کو پھنسانے میں جو رول ادا کیا اس کی وجہ سے شیخ عبداللہ اور رام چند کاک کے درمیان ٹھن گئی، رام چند کاک نے نیشنل کانفرنس کی جو مضحکہ خیز پوزیشن بنا دی۔ اس کا مسلم کانفرنس نے خوب چرچا کیا۔

نیشنل کانفرنس کے ساتھ گذشتہ واقعات میں جن میں ہندی زبان، گاؤکشی اسلحہ کا آرڈیننس اور دوسرے معاملات تھے اور جو مسلمانوں کی غیرت ملی کے لیے چیلنج تھے اس میں نیشنل کانفرنس نے عملی طور پر غیر مسلموں اور حکومت کا ساتھ دیا تھا اس کے کارن لوگ نیشنل کانفرنس سے متنفر ہونے لگے تھے۔

عوام میں نیشنل کانفرنس کی ساکھ گرنے سے مسلم کانفرنس کو نیا جنم ملنے لگا۔ مسلم کانفرنس نے نیشنل کانفرنس اور اس کی لیڈر شپ کے ایسے کارنامے جن سے ان کا دھوکہ اور فریب اُجاگر ہوتا تھا۔ خوب پرچار کیا۔

نیشنل کانفرنس سے لوگ نہ صرف بدظن ہونے لگے بلکہ پارٹی کے لیڈر شیخ عبداللہ کی تقریر سننے کے لیے لوگوں کی وہ بھیڑ بھی نہیں ہوتی تھی جو پہلے پہل ہوا کرتی تھی۔ اب لوگوں میں وہ جوش اور جذبہ بھی نہیں رہا تھا جس کا وہ اظہار کیا کرتے تھے۔

اسی دوران مسلم کانفرنس نے نیشنل کانفرنس کے خلاف ایک چارج شیٹ جاری کیا جس میں اگرچہ الزامات مختصر تھے لیکن مدلل اور برمحل ہونے کی وجہ سے کوئی ان الزامات سے انکار نہیں کر سکتا، ان الزامات میں شیخ صاحب سے مخاطب ہو کر کہا گیا تھا۔

(۱) جن غیر مسلموں کے لیے آپ نے مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں بدل دیا ان سب نے نہ صرف آپ کا ساتھ چھوڑ دیا بلکہ وہ کھلے بندوں آپ کی پالیسی کی مخالفت کر رہے ہیں۔

(۲) نیشنل کانفرنس گروپ نے اسمبلی میں استعفےٰ پیش کیا لیکن پھر ناک رگڑ کر دوبارہ ممبری بحال کرائی۔

(۳) حکومت کی شہہ پر مسلمانوں کے ساتھ دست و گریبان ہو کر مسلم لیگ کی دشمنی اور پاکستان کی مخالفت کا بیڑہ اُٹھایا۔

(۴) کانگریس کی خوشنودی کے لیے مسلم اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔

(۵) قائداعظم کی آمد پر مسلم کانفرنس کو کچلنے کے لیے نیشنل کانفرنس کے کارکنوں کو اُکسایا۔

ان الزامات نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور نیشنل کانفرنس بُری طرح ہدفِ ملامت بننے لگی، نیشنل کانفرنس کے دیرینہ کارکن اس تنظیم سے کنارہ کش ہونے لگے لیکن ایسے کارکنوں کی بھی کوئی کمی نہ تھی جو مسلم اتحاد کو توڑنے کے بجائے اسے متحد رکھنا چاہتے تھے۔ منشی ضیاء الدین پونچھی، شیخ عبدالحمید لولابی، چوہدری محمد شفیع نے شیخ عبداللہ پر زور ڈالا کہ وہ غیر مسلموں کی حرکات کو مدنظر رکھ کر ہوش کے ناخن لیں اور مسلم کانفرنس کے ساتھ صلح کر نا مان لیں، چنانچہ ۱۹ مارچ ۱۹۴۶ء کو رشید الدین کُندن کو نقشبند صاحب کے گھر میں متواتر تین دنوں تک مٹنگیں ہوتی رہیں، آخر یہ فیصلہ لیا گیا کہ نیشنل کانفرنس کو توڑ کر مسلم کانفرنس میں مدغم کیا جائے گا اور باہم اتحاد و اتفاق سے تحریک کو آگے بڑھایا جائے گا۔ نئی تشکیل شدہ مسلم کانفرنس کا صدر کون ہوگا۔ یہ فیصلہ جب باعث تنازعہ بن گیا تو اس فیصلے کو ملتوی رکھ دیا گیا۔ دراصل مسلم کانفرنس کے سرگرم رکن صدارت کا عہدہ شیخ عبداللہ کو دینا نہیں چاہتے تھے۔ اگر مسلم کانفرنس گروپ نے شیخ عبداللہ کی صدارت بحال کر دی ہوتی تو نیشنل کانفرنس کو توڑ دیا گیا ہوتا۔ سیکولر نظریے کی دھجیاں اُڑ گئی ہوتیں۔ اس ساری کاوش کو اگرچہ خفیہ رکھا گیا لیکن کانگریس کے پاس یہ راز پوشیدہ نہیں رہ سکا نیشنل کانفرنس کو توڑ کر اسے مسلم کانفرنس میں مدغم ہونے سے بچانے کے لیے کانگریس سرگرم ہوگئی اور اس سرگرمی میں اُن کی تشویش نمایاں تھی۔ شیخ عبداللہ کو اس فیصلے سے دور رکھنے کے لیے کانگریس کے ساتھ کمیونسٹ پارٹی سامنے آگئی ان دونوں پارٹیوں نے مشترکہ طور پر مسلم اتحاد کو روکنے کے لیے دونوں کے درمیان باندھ بنانے کا کام شروع کیا۔

کانگریس نے اشتراکیوں کی خدمات حاصل کر کے ایک معقول رقم اُن کے حوالہ کر دی خود کمیونسٹوں نے بھی چندہ جمع کر کے نیشنل کانفرنس کے عہدیداروں پر دولت کے جال پھینک دیے۔ اِن میں بی۔ پی۔ ایل بیدی، احسان دانش، ڈاکٹر محمد عالم اور ڈاکٹر اشرف پیش پیش تھے۔ ۱۸ اپریل ۱۹۴۶ء کو لال چوک کے ہوٹل کارونیشن میں غلام محی الدین کرہ، پنڈت جیالال کلم، مولانا مسعودی، کیشپ بندھو اور بخشی عبدالمجید کو نیشنل کانفرنس کی فوری ضرورت کے لیے سات ہزار روپے پیش کیے گئے۔

بقول مولانا مسعودی جب میں نے ان سے یہ ساری رقم شیخ عبداللہ کو دینے کو کہا تو انہوں نے کہا اُن سے ہم مل چکے ہیں۔ یہ رقم نیشنل کانفرنس (یعنی تمھارے) لیے ہے۔ ہم نے یہ رقم تنظیم کے فنڈ میں جمع کرا دی۔

اگلے روز ۱۹ اپریل کو شیخ عبداللہ نے کمیونسٹ پارٹی کے ان ممبران کے ہمراہ زادکدل چوک میں تقریر کے دوران جب مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ پر تابڑ توڑ حملے کیے تو وہ سب لوگ حیران اور ششدر ہو کر رہ گئے جو چند روز قبل کُندن گر کے ہاں مٹنگوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ مسلم کانفرنس کے لیڈروں کو معاملہ کے بگاڑ کا منبع معلوم کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ لیکن اس کی تہہ تک جانے کے لیے انہیں مخبری کرنا پڑی۔ ۲۴ اپریل ۱۹۴۶ء کو نوہٹہ چوک میں چوہدری حمیداللہ اور عبدالسلام دلال نے شیخ محمد عبداللہ پر کانگریس اور کمیونسٹوں کا آلہ کار بننے اور تین لاکھ روپے میں اُن کے ساتھ سودا طے کرنے کا الزام لگایا۔

کمیونسٹوں کی موجودگی میں مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ کے خلاف تقریر سے نیشنل کانفرنس اور اس کی لیڈرشپ لوگوں میں مشتبہ ہوگئی اور اُن کا وقار گرنے لگا تو بی۔ پی ایل بیدی، ڈاکٹر اشرف، سیف الدین کچلو اور محمد دین تاثیر نے ہوٹل کارونیشن میں ایک میٹنگ کے دوران شیخ عبداللہ کے سامنے یہ تجویز رکھ دی کہ وہ "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ دیں اسی سے ان کا اور نیشنل کانفرنس کا کھویا ہوا وقار بحال ہو سکتا ہے اور اس کی پاداش میں اگر جیل بھی جانا پڑے تو کسی قسم کی دریغ نہیں کی جانی چاہیے۔ اس موقعہ پر ڈاکٹر اشرف اور محمد دین تاثیر نے شیخ صاحب کے سامنے "نیا کشمیر" کے منشور کا بھی ذکر کیا جو انہوں نے مسلسل ایک مہینے سے ترتیب دیا تھا۔ اس منشور

کا خلاصہ شیخ صاحب کو سنایا گیا تو انہوں نے اسے قبول کر لیا لیکن "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ دینے سے پہلے انہوں نے دہلی جانے کا فیصلہ کر لیا تاکہ وہ کانگریسی لیڈروں کے ساتھ اس مسئلہ پر گفت و شنید کر سکے اور اُن کا آشیرواد حاصل کر سکے۔

شیخ عبداللہ جب ڈاکٹر سیف الدین کچلو کے ہمراہ دہلی روانہ ہو گئے تو یہاں انہوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ سرداری کا حق عوام کو حاصل ہونا چاہیے اور یہ حق منوانے کے لیے ہمیں فوری طور پر ایجی ٹیشن شروع کرنی چاہیے کیونکہ مہاراجہ ہری سنگھ ہمارا مطالبہ ماننے سے منکر ہے۔

مہاتما گاندھی نے اس مرحلہ پر کسی قسم کی ایجی ٹیشن کی شدید مخالفت کی، شیخ عبداللہ کو مایوسی ہوئی وہ سرینگر واپس آنے سے قبل لاہور روانہ ہو گئے۔

اسی دوران ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء کو کیبنٹ مشن "سرینگر آ گیا۔ تاکہ وہ جان سکیں برصغیر کی تقسیم کے سلسلے میں مہاراجہ اور رعایا کیا چاہتے ہیں اور کس کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ شیخ عبداللہ نے لاہور سے ہی مشن کے نام ایک تفصیلی تار ارسال کی جس کا متن یہ ہے۔

"آج کشمیری عوام کا قومی مطالبہ صرف ذمہ دار نظام حکومت کے قیام تک محدود نہیں بلکہ وہ مہاراجہ کے شخصی نظام سے مکمل آزادی کا حق چاہتے ہیں ..... ہم بیعنامہ امرتسر کی سیاسی اور اخلاقی حیثیت کو چیلنج کرتے ہیں جس میں کشمیری عوام کبھی فریق نہیں رہے ہیں ..... اس وقت ہندوستان[1] کے باشندگان کا مستقبل طے کیا جا رہا ہے ..... کشمیر کا معاملہ ایک امتیازی درجہ رکھتا ہے اور کشمیر کے عوام کیبنٹ مشن کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ برطانوی حکمرانوں کے خاتمے کے بعد انہیں آزاد رہنے کا حق حاصل ہے ..... ہمارا وطن کشمیری قوم کا گہوارہ ہے جو اپنی زبان کلچر اور روایت کی ہم آہنگی اور اپنی مشترکہ جدوجہد کی تاریخ کے لحاظ سے ہندوستان میں ایک نادر روزگار جگہ ہے۔ جہاں تمام فرقے

---

[1] ہندوستان چونکہ ان کے رگ و پے میں رچ بس گیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے کیبنٹ مشن کے سامنے اس کا برملا اظہار کیا۔

اور طبقے ایک متحدہ قومی مطالبے کی پشت پناہی کر رہی ہے ..... "

کیبنٹ مشن نے وادی کشمیر میں مختلف علاقوں کا دورہ کر کے ایک رپورٹ تیار کی۔ شیخ صاحب لاہور سے سرینگر آ گئے تو انہوں نے "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ دیا۔ اس نعرے نے ریاست کے عوام میں ایک ہلچل پیدا کر دی جہاں عام مسلمانوں نے اس تحریک کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کر دیا وہاں غیر مسلموں اور ہندو پریس نے اس کی زبردست مخالفت کی، کیبنٹ مشن کی رپورٹ کے مطابق مہاراجہ ریاست کو "آزاد اور خود مختار" رکھنے کے اپنے مطالبے پر ڈٹے ہوئے تھے۔ کانگریس کے لیے مہاراجہ کا نظریہ ناقابل قبول تھا۔ چنانچہ سردار ولبھ بھائی پٹیل نے وزیراعظم رام چندر کاک کو بمبئی بلوایا اور پنڈت جواہر لال نہرو نے شیخ عبداللہ کو دہلی طلب کر لیا۔

شیخ صاحب کی "کشمیر چھوڑ دو" تحریک جس نے برصغیر کی سیاست میں ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا اور جس نعرے نے ۱۹۳۱ء کی تحریک کو نکتۂ عروج تک پہنچا دیا بجائے اس کے کہ مسلم کانفرنس اس کی حمایت کرتی اس نے شیخ عبداللہ کے "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کی مخالفت کرتے ہوئے ایک بیان جاری کر دیا۔

"متعدد وجوہات کی بنا پر شیخ عبداللہ کے لیے ریاست میں قطعاً کوئی سیاسی گنجائش نہیں رہی تھی چنانچہ ان کا نیا نعرہ اور نیا منشور دینے والے دوستوں نے ساتھ ہی جیل جانے کا مشورہ دیا حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ شیخ عبداللہ کی طبیعت جیل کے معاملے میں ہمیشہ کمزور رہی ہے اور ایک دفعہ کے سوا وہ ہمیشہ چور دروازے سے ہی جیل سے باہر آئے۔

کشمیر تحریک کے دوران ہماری بدقسمتی یہ ہوئی ہے کہ "برہمن" کی چوکھٹ پر "شیخ" کے صرف ایک سجدے نے انہیں کہیں کا بھی نہیں رکھا۔ انہوں نے دنیائے اسلام چھوڑ دی لیکن اپنی مصلحتوں کے لیے بھارت کو نہ چھوڑا۔ دیکھنا اب یہ ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو کے ذاتی التفات کے باوجود بھارت کب ان کو چھوڑتا ہے وہ مقام بڑا دیدنی[1] اور عبرتناک ہوگا۔ خدا کرے

---

[1] ۹ اگست ۱۹۵۳ء کو یہ دن آ ہی گیا۔

یہ جلدی آئے تاکہ باوجود اپنے ماضی کے شیخ عبداللہ پاکستان کی اسلامی مرات
نیک نیتی اور درست قلبی کے اس طرح براہ راست[1] قائل ہوسکیں۔"

مسلم کانفرنس کے اس بیان نے شیخ عبداللہ کو سخت مشتعل کر دیا۔ انہوں نے اپنی کئی تقریروں میں مسلم کانفرنس کے لیڈروں کو دھمکیاں دیں، انہوں نے یہاں تک بھی کہہ دیا میں چاہوں گا تو مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ کو ریاست میں نیست و نابود کر سکتا ہوں۔

"کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک کے سبب نیشنل کانفرنس کو جو نیا جنم مل گیا اس نے شیخ عبداللہ میں نیا حوصلہ پیدا کر دیا۔

۱۹ مئی ۱۹۴۶ء کو جب مجاہد منزل کے ایک اجتماع میں



مجاہد منزل

"بیعنامہ امرتسر کو توڑ دو، کشمیر کو چھوڑ دو"

کا ایک بالکل نیا نعرہ دیا۔ تو عام اور خاص سب حیرت زدہ ہو گئے۔ اس نئے نعرہ کی تشریح انہوں نے یوں کی۔

"غلاموں کی خرید و فروخت سولہویں صدی میں بند ہونا شروع ہوئی تھی جو کہ ۱۸۲۴ء میں مکمل طور پر بند ہوئی، لیکن ہم اور ہماری املاک کو ۱۸۴۶ء میں فروخت کیا گیا۔ اس وقت یہاں کے گورنر نے اس کا مقابلہ کیا تھا لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ برٹش گورنمنٹ نے ہمیں ۷۵ لاکھ روپے کے عوض میں

---

[1] ۱۹۵۳ء سے لے کر ۱۹۷۵ء تک وہ پاکستان سے مروت کے طور پر کروڑوں روپے حاصل کر چکے۔

فروخت کیا، سید سلیمان نے جب یہ سوال اٹھایا اور اس کے خلاف اپیل دائر کرنے کے لیے کاغذات مکمل کر لیے تو وہ اچانک رحلت کر گئے اُن کے۔

بعد اس ناجائز خرید و فروخت کے خلاف ڈاکٹر سر محمد اقبال نے آواز اٹھائی تھی اب یہ بوجھ میرے کاندھوں پر آن پڑا ہے۔ میں اس ناجائز خرید و فروخت کے خلاف پریوی کونسل میں مقدمہ دائر کروں گا اور اس کے ساتھ ہی میں مہاراجہ ہری سنگھ سے کہہ رہا ہوں کہ وہ "کشمیر چھوڑ دے۔"

شیخ محمد عبداللہ کی مجاہد منزل کی اس تقریر کے ساتھ ہی "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک شروع ہو گئی۔

"بیعنامہ امرتسر کو توڑ دو، کشمیر کو چھوڑ دو"

نعرے کا چرچہ ہوا تو یہ موضوع بحث بن گیا۔ اس کے بارے میں استفسارات ہونے لگے اس بیعنامہ کے بارے میں یہ تشریح کی گئی کہ ڈوگرہ حکمرانوں نے ریاست جموں و کشمیر کو ۷۵ لاکھ روپے میں انگریزوں سے خریدا ہے اور یہ خرید و فروخت کا معاہدہ ۱۸۴۶ء میں امرتسر کے مقام پر ہوا ہے۔

جب ہم اس معاملہ کی تہہ تک جاتے ہیں تو پتہ چلتا ہے۔ بیعنامہ امرتسر کی شروعات سکھوں کی بغاوت سے ہوتی ہے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے محسوس کیا ملک میں سکھوں کا مستقبل واقعی تاریک ہے چنانچہ انہی کے مستقبل کے لیے مہاراجہ نے برٹش سرکار سے مذاکرات کرنے کی پیش کش کی، اُدھر انگریز مسلسل لڑائیوں اور جھگڑوں میں الجھنے سے تنگ آ چکے تھے ان کی مالی حالت بھی کمزور پڑ گئی تھی انہوں نے مہاراجہ گلاب سے سکھوں کے مستقبل کے لیے بات چیت کی پیش کش قبول کر لی۔ چنانچہ سر ہنری لارنس نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو ملاقات کے لیے لکھا دونوں طرف سے وقت اور مقام مقرر کیا گیا جب دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے تو لارنس نے مہاراجہ سے اصل مسئلہ سننے کے بجائے انہیں بتایا کہ گورنر جنرل انہیں کوہستانی علاقہ اور وادی کشمیر دینے اور انہیں اپنی تحویل میں رکھنے کی اجازت دینا چاہتے ہیں اور برٹش سرکار کی طرف سے آپ کی حکومت کو ایک آزاد حکومت کی طرح تسلیم کیا جائے گا۔

مہاراجہ اس تجویز سے خوش ہوا چنانچہ ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کو برٹش سرکار اور مہاراجہ گلاب سنگھ

کے درمیان امرتسر کے مقام پر ایک معاہدہ ہوا۔
اس معاہدے کے تحت حکومت برطانیہ نے کشمیر کو گلاب سنگھ کے ہاتھ ۷۵ لاکھ روپے نانک شاہی سکوں میں فروخت کیا، اس خرید و فروخت کے لیے جو بانڈ لکھا گیا وہ دس دفعات پر مشتمل ہے۔

دفعہ ۱:۔ سرکار انگلشیہ مہاراجہ گلاب سنگھ اور ان کے وارثوں کو تمام کوہستانی اور سارا علاقہ جموں و مشمولات کے جو دریائے سندھ اور وادی کے مشرق و مغرب کے درمیان ہے معہ علاقہ چمبہ کے ماسوائے علاقہ لاہور کے جو سرکار انگریز کو مطابق دفعہ ۴ عہد نامہ لاہور ۹ مارچ ۱۸۴۶ء ملا، اختیار خود مستقل طور پر عطا کرتے ہیں۔

دفعہ ۲:۔ اس علاقہ کی مشرقی حدود کو وہ کمشنر مقرر کریں گے جنہیں برطانیہ گورنمنٹ اور اس کی پیمائش ایک علیحدہ مسودہ میں کر دی جائے گی۔

دفعہ ۳:۔ علاقہ جات مقبوضہ کے عوض مہاراجہ گلاب سنگھ حکومت انگریز کو ۷۵ لاکھ روپے نانک شاہی سکے میں ادا کریں گے۔ ۵۰ لاکھ نانک شاہی روپے استحکام عہد نامہ کے وقت ادا کئے جائیں گے۔

دفعہ ۴:۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے علاقہ کی حد بندی انگریزی حکومت کی رضامندی کے بغیر کسی وقت بھی تبدیل نہیں کی جائے گی۔

دفعہ ۵:۔ سرکار انگلشیہ ان تمام مسائل اور جھگڑوں کا جو دربار لاہور یا درمیان واقع ہو خود فیصلہ کرے گی اور مہاراجہ کو سرکار کے فیصلوں پر کاربند رہنا ہوگا۔

دفعہ ۶:۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اس حکمنامہ کا ذمہ دار ہے کہ وہ اپنی ذات اپنے ورثاء اور اپنی تمام فوج اور احکام سلطنت کے ساتھ انگریز فوج میں شمولیت اختیار کرے گا جبکہ وہ علاقہ کوہستانی کے اندر مصروف کار ہو یا ان علاقہ جات میں جو ان کے مقبوضہ جات سے وابستہ ہوں۔

دفعہ ۷:۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اس امر کا ذمہ دار ہے کہ وہ سرکار انگلشیہ کے حکم کے بغیر اپنی ملازمت میں سلطنت انگلشیہ کے کسی باشندے کو یا کسی

غیر ملکی یا ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے کسی باشندے کو نہ رکھے گا اور انہیں بحال کرے گا۔

دفعہ ۸:۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اس امر کا ذمہ لیتا ہے کہ وہ متعلقہ جات کے ضمن میں دفعہ ۵-۶ اور ۷ کی شرائط ملحوظ رکھے گا۔ اور ایسی ہی سرکار انگلشیہ اور دربار لاہور کے پاس علیحدہ طور پر ۱۱ مارچ ۱۸۴۶ء کو طے شدہ عہد نامے کی پابندی کرے گا۔

دفعہ ۹:۔ برطانوی حکومت مہاراجہ گلاب سنگھ کو بیرونی دشمنوں کے خلاف اپنے علاقہ جات کے دفاع اور حفاظت کے لیے امداد دیا کرے گا۔

دفعہ ۱۰:۔ مہاراجہ گلاب سنگھ سرکار انگلشیہ کی شہنشاہیت کا اقرار کرتا ہے اور اس ملوکیت کے صلہ میں سالانہ ایک طاقتور گھوڑا، بارہ پشم دار بکریاں (۶ نر ۶ مادہ) اور تین جوڑے کشمیری شال پیش کرے گا۔"

(نوٹ):۔ ۱۳ مارچ ۱۸۴۶ء کو سرکار انگلشیہ اور مہاراجہ گلاب سنگھ کی باہم رضامندی سے دفعہ ۱۰ میں کچھ ترمیم کی گئی اور یہ طے کیا گیا کہ آئندہ مہاراجہ گلاب سنگھ سے بارہ بکریوں کے بدلے میں دس پونڈ پشم (۴ پونڈ برنگ سیاہ ۶ پونڈ برنگ سفید) جیسا کہ وہ لیہہ سے لاتی ہے ادا کرے گا اس کے علاوہ سفید سوت کی تین بہترین اقسام میں سے ہر ایک کا ایک ایک پونڈ نذر سرکار انگلشیہ کرے گا۔)

اس دس دفعات پر مشتمل صلح نامہ کا تصفیہ آج فیڈرک کیری اور آنریبل میجر ہنری منٹگمری لارنس نے رائٹ آنریبل سر ہنری مارڈنگ کے احکام کے مطابق حکومت انگلشیہ کی طرف سے مہاراجہ گلاب سنگھ سے بہ نفس نفیس کیا اور معاہدہ مذکورہ پر آج رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ جی۔ سی۔ بی گورنر جنرل کی مہر تصدیق ثبت کر دی گئی ہے۔

دستخط	دستخط
ہنری ہارڈنگ	الیف کمری
ایم ایم لارنس	گلاب سنگھ

اس طرح انگریزوں نے ریاست کی سرزمین اور یہاں کے مرد و عورتیں، بوڑھے اور

بچے ــــ، جانوروں کے مانند فروخت کیے۔ اور سرزمین کے باشندگان کی جان و مال عزت و عصمت مہاراجہ گلاب سنگھ کے حوالہ کی۔

بقول ڈاکٹر سر محمد اقبال ؎

دہقاں و کشت و جوئے و خیاباں فروختند
قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند

کمیونسٹ ارکان نے عوامی فلاح و بہبود کا مسودہ انگریزی میں مرتب کر کے شیخ عبداللہ کو پیش کیا، مولانا محمد سعید مسعودی نے اس کا اردو میں ترجمہ کر کے "نیا کشمیر" کے نام سے کتابی صورت میں چھپوا دیا۔ "نیا کشمیر" کا یہ دستور نیشنل کانفرنس کا نظریاتی دستور اور اُن کے پروگرام کا لائحہ عمل بن گیا۔ "نیا کشمیر" کا دستور کشمیر اور کشمیریوں کے ماضی اور مستقبل کو مدنظر رکھ کر کچھ اس طرح ترتیب دیا گیا تھا کہ اس مسودہ پر ایمان لانے کو جی چاہتا تھا۔ اور دستاویز کو مقدس ماننے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، یہ دوسری بات ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کشمیر کے اُن رہنماؤں نے "نیا کشمیر" کے اس دستور کو پامال کیا جو اسے ریاست کے عوام کے لیے مستقبل کا آئینہ دار مانتے تھے۔ نیشنل کانفرنس کی لیڈرشپ نے مسودہ "نیا کشمیر" کا تقدس اس حد تک مسخ کر دیا کہ وہ خود اس دستاویز کو عوام سے پوشیدہ رکھنے کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی تھا جب نیشنل کانفرنس کی لیڈرشپ نے بڑے فخر سے مسودہ "نیا کشمیر" پیش کر کے فرمایا تھا۔

"میں اس اسٹیج سے اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ نیا کشمیر کی مخالفت کے لیے عمل میں آئی ہوئی تمام مخالفتیں ناکام رہیں گی، اور اپنی موت آپ مر جائیں گی کیونکہ "نیا کشمیر" ماضی کی چیز نہیں مستقبل کا پروگرام ہے۔ آنے والے موسم ایک خاص آب و ہوا کا حامل ہوگا۔ اس آب و ہوا میں صرف نیا کشمیر کا پودا ہی پنپ سکتا ہے۔ نیا کشمیر سے کم درجہ کا کوئی سیاسی اور اقتصادی آئین آئندہ دور میں قبولیت عامہ کی سند حاصل نہ کر سکے گا۔ عالم گیر جنگ نے بنی نوع انسان کو جو سبق سکھائے ہیں۔ ان میں سے ایک نمایاں درس یہ ہے کہ آئندہ زمانے میں صرف وہ حکومتیں کامیاب رہیں گی جن کی بنیاد اقتصادی جمہوریت کی نمایاں خصوصیت

ہر قسم کی غیر فطری امتیازات کا خاتمہ ہے۔ نیا کشمیر کی بنیاد امتیازات کے خاتمہ پر رکھی گئی ہے اور امتیازات کا خاتمہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس پر انسانی مساوات اور اخوت کا قلعہ قائم ہو سکتا ہے اور ہر قسم کے استحصال کی جڑ کٹ سکتی۔"

ریاست کے عوام کا یہ اقتصادی ترقی کا پروگرام مسودہ "نیا کشمیر" اور اق پارینہ بن کر ایسا چھپا بیٹھا ہے کہ شاید یہ کسی کو اپنا منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتا۔



شیخ صاحب ہیئنامہ امرتسر کی تحریر ہاتھ میں لیے ہوئے۔



سردار پٹیل ڈاکٹر سیف الدین کچلو کو کشمیر مشن پر روانہ کر رہے ہیں۔
دونوں اس مسئلہ پر گفتگو کر رہے ہیں۔

صرف اتنی بحث مسئلہ گلستان میں ہے
جس کا ہو باغ، کیوں نہ وہی باغبان رہے

"کشمیر چھوڑ دو" تحریک میں مسلم کانفرنس کا رول

"کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک کو دبانے کے لیے رسوائے زمانہ قانون ۱۹ ایل کا نفاذ عمل میں لایا گیا۔ جس سے عوام کے تمام حقوق سلب کئے گئے۔ مسلم کانفرنس نے اس کالے قانون کو کالعدم کرنے پر زبردست احتجاج کیا، ستمبر ۱۹۴۶ء کو جب یہ مسودہ قانون ایک بل کی صورت میں پیش ہوا تو اس موقع پر اسمبلی میں مسلم کانفرنس کے ممبران کے پارٹی لیڈر چوہدری فیداللہ خاں نے فرمایا۔

"اس وقت جبکہ یہ کالا قانون یہاں نافذ کیا گیا حکومت برطانیہ بھی اختیارات ہندوستانیوں کے ہاتھوں میں منتقل کرنے پر مجبور ہو گئی۔ اس کے علاوہ آئے دن مسلم لیگ کو دعوت دی جا رہی ہے کہ وہ حکومت ہند کو چلانے میں مدد دے ایک طرف یہ ہو رہا ہے لیکن دوسری طرف ریاست میں عام شہری حقوق کا خاتمہ کرنے کے لیے ایسا بے ہودہ اور قابل اعتراض مسودہ قانون پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے ہم نے چودہ سال سے غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کا سلسلہ شروع کیا، ہم ذمہ دار نظام حکومت کا مطالبہ کرتے ہیں اس کے برعکس ہماری آزادی کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

آنریبل وزیر اعظم رائے بہادر رام چند کاک نے اعتراضات کے جواب دینے کی جو کوشش کی وہ قابل قبول نہیں۔ یہ مسودہ قانون ہز ہائی نیس مہاراجہ بہادر کے اس اعلان کے برعکس ہے جس میں انہوں نے فرمایا تھا "آزادی ہمارا نصب العین ہے"، میرا اپنا خیال ہے کہ سب سے پہلے یہ قانون اس

نصب العین کے منافی ہے۔ ہر ایک مہذب شہری کو یہ پورا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اور قانون کے حدود کے اندر آزادی سے سوچے سمجھے اور کام کرے یہی وہ تعریف ہے جو تمام مہذب ممالک کے قوانین نے آزادی کے لفظ کی، کی ہے۔"

اس کالے قانون کو نافذ کرنے کے بارے میں حکومت نے یہ دلیل دی۔

"آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دہشت پسندوں، قاتلوں اور لیڈروں کو کھلی ڈھیل دی جائے۔"

اس کے جواب میں مسلم کانفرنس کے پارٹی لیڈر نے فرمایا۔

"مجھے اس کے ساتھ پورا اتفاق ہے اور پوچھنا چاہتا ہوں حکومت خود غنڈہ گردی کو فروغ دے رہی ہے۔ حکومت کشمیر کی موجودہ پالیسی سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ وہ کشمیر میں ہر قسم کی سیاسی سرگرمی کو ختم کر دینا چاہتی ہے۔ اگر حکومت کشمیر نے دہشت پسندوں، لیڈروں اور غنڈوں کا قلع قمع کرنا تھا تو کیا ان کے لیے حکومت کے پاس قوانین موجود نہ تھے۔ حکومت کو اس قانون سے لیس ہو جانے کی کیا ضرورت تھی۔ تحریک حریت کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ حکومت کشمیر نے اس قسم کے قوانین جو کہ اسے سیاسی معاملات میں خاص اختیارات تفویض کرتے ہوں غنڈہ گردی کا خاتمہ کرنے کے لیے حکومت سے درخواستوں پر درخواستیں اور التجائیں کرتے تھے۔ اُس وقت غنڈہ گردی نے ریاست میں جو دہشت پھیلائی اس کے بارے میں قائد ملت چوہدری غلام عباس خاں صدر آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس پر موجودہ غیر ذمہ دارانہ نظام حکومت کو ترجیح دینی پڑی۔

میں پوچھنا چاہتا ہوں جس وقت حکومت کو ڈیفنس آف کشمیر رولز کے خصوصی اختیارات حاصل تھے اس وقت غنڈہ ازم کی حمایت کی آڑ میں مسلم کانفرنس کو کچل کر رکھوا دیا گیا۔ نیشنل کانفرنس کے صدر شیخ محمد عبداللہ نے عید کے روز عیدگاہ میں مسلمانوں پر جو دھاوا بول دیا اور جو تشدد کیا انہوں نے کھلے بندوں مسلم کانفرنسیوں کو بزور طاقت ختم کرنے کی دھمکی بھی

دی اُس وقت آپ کا قانون کہاں سو پڑا تھا۔ گزشتہ سال یکم اگست کو نیشنل کانفرنسی لیڈروں نے جواہر لال نہرو اور مولانا آزاد کا جلوس نکالنا تھا۔ مسلم کانفرنس نے پُرامن مظاہرہ کرنے کا اعلان کیا۔ شیخ عبداللہ نے کہا پُرامن مظاہرہ کرنے والوں کی ہڈیاں توڑ دی جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا درجنوں آدمیوں کی ہڈیاں توڑ دی گئیں۔ حکومت نے اس غنڈہ گردی کو دبانے کے لیے کیا کچھ کیا۔ سلام درزی کو اپنا حمایتی جتلا کر اس کا جلوس نکلوایا مزار شہداء پر مرحوم سلام درزی کو دفنانے کے موقع پر فاتحہ پڑھنے والوں پر لاٹھیاں برسا کر کتنے لوگوں کو لہولہان کیا گیا۔ شیخ عبداللہ بذات خود قتل عام کی ہدایات دے رہے تھے۔ حکومت نے اس غنڈہ گردی اس زور زبردستی کو دبانے کے لیے کوئی انتظام نہیں کیا بلکہ کانگریس کی خوشامد کرنے کے لیے نیشنل کانفرنس کی غنڈہ ازم کی بالواسطہ حوصلہ افزائی کی گئی۔ ۱۲ مارچ کو قتل کیس میں عبدالسلام دلال کی سزایابی پر مسلم سٹوڈنٹس یونین نے پرتاپ پارک میں جلسہ منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب پارک میں سٹوڈنٹ جمع ہو گئے تو نیشنل کانفرنس کے غنڈوں نے سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہو کر احاطہ کا گھیراؤ کیا تھا نہتے طلباء پر لاٹھیوں اور چھریوں سے حملہ کر کے انہیں لہولہان کیا گیا۔ اس حملے میں ایک سو بیس کے قریب طلباء ایسے زخمی ہوئے کہ انہیں گاڑیوں میں بھر کر ہسپتال لے جانا پڑا، نیشنل کانفرنسیوں کی اس شرمناک حرکت کا یہ عالم تھا کہ بعض طلباء اپنے والدین کے ہاتھوں زخمی ہوئے اور حکومت دور سے تماشہ دیکھتی رہی ایسی بہت ساری مثالیں ہیں جن کو دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ مسلم کانفرنس نے اپنی نشاۃ ثانیہ سے آج تک کبھی تشدد نہیں کیا، لیکن کیا آنریبل پرائم منسٹر اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ اس کی پُرامن سرگرمیوں پر کڑی اور شرمناک پابندیاں لگائی جاتی تھیں۔ اب بھی لگائی جا رہی ہیں۔ جبکہ نیشنل کانفرنسیوں کو کھلی ڈھیل دی جا رہی ہے۔

نئے قانون کے نفاذ سے کسی شریف انسان کی عزت محفوظ نہیں رہ سکتی لہٰذا مسلم کانفرنس نے اسمبلی کی رکنیت سے اجتماعی استعفے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس پارٹی نے اس شرمناک قانون کے خلاف احتجاج کے طور پر اسمبلی کو ٹھکرا دیا ہے۔ مسلم کانفرنس کا یہ اقدام حریت پروانہ ہے۔ ریاستی عوام آزادی اور ذمہ دار نظام حکومت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو جان لینا چاہیے کہ ان کی پشت پر تنظیم کی فولادی طاقت ہے حکومت کشمیر کو جان لینا چاہیے کہ تحریک حریت کوئی غنچہ نہیں ہے جس کو وہ مسل سکے، تحریک حریت وقت کی آواز ہے وہ ایک آگ ہے جس کو بجھایا نہیں جاسکتا، ایک طوفان ہے جس کو روکا نہیں جاسکتا ایک بہتا ہوا دریا ہے جس کے راستے میں بڑے بڑے پہاڑ بھی سنگریزے کے مانند بہہ جائیں گے۔

فرزندان وطن کی قربانیاں ضرور اپنا رنگ لائیں گی، وہ ضائع نہیں ہوسکتی ہیں۔ اس پودے[1] کو شاداب رکھنے کی خاطر ہم اپنا خون پانی کی طرح بہا سکتے ہیں۔ ملت کا ایک ایک فرد مرجائے گا لیکن تحریک حریت زندہ رہے گی حکومت کو جاننا چاہیے کہ آزادی کی راہ میں بہانے کے لیے ہماری رگوں میں بہت خون باقی ہے۔"

شیخ محمد عبداللہ کی "کشمیر چھوڑ دو" تحریک سے پیدہ شدہ صورت حال کے بارے میں میرواعظ منزل میں مسلم کانفرنس کے عہدیداروں اور کارکنوں کا ایک جلسہ زیر صدارت چوہدری غلام عباس خان منعقد ہوا، عباس صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک سے عدم دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"جادۂ حق سے بھٹکے ہوئے چند لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بیرون ریاست کے مسلمانوں سے اب مطلب براری ہوچکی ہے (احراری اور احمدی) وہ ہمارے لیے جتنی زیادہ سے زیادہ قربانی کرسکتے تھے۔ کرچکے۔ اس لیے ہم کو اب

---

[1] مسلم کانفرنس کے پارٹی لیڈر چوہدری حمیداللہ خاں جس وقت اسمبلی میں تقریر کررہے تھے۔ اس وقت انہیں معلوم نہ تھا شیخ محمد عبداللہ اس پودے کو کاٹنے کے لیے کلہاڑا ہاتھ میں لے کر اسے کاٹ رہا ہے۔

ہندو سرمایہ داری اور اس کے ظاہری جاہ وجلال اور ان کی چکنی چپڑی باتوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ تحریک حریت کشمیر کو پنڈت نہرو کی کوہالہ پل والی نمائشی گرفتاری نے پروان نہیں چڑھایا تھا نہ ہندو کانگریس کے غلط اور خوشامدانہ پروپگنڈے نے اسلامیانِ ریاست کی سیاسی اور قومی تربیت کی تھی وہ تو محض اپنی مطلب براری کے لیے کشمیر کو دوسرا صوبہ سرحد بنانا چاہتے تھے اور اس مقصد کے حصول کے لیے وہاں بھی ان کا بے شمار سرمایہ کام آیا اور یہاں بھی سرمایہ کام آرہا ہے۔

وہاں پٹھانستان کا نعرہ بلند ہوا اور اپنی موت آپ مرگیا۔ اب یہاں "کشمیر کشمیریوں کے لیے ہے" کا نعرہ بلند ہوا لیکن قدرت اسے پنپنے کی مہلت دے گی یا نہیں اس بات کا فیصلہ بہت جلد ہونے والا ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے جو کچھ کیا مسلمانانِ ریاست کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے کیا، لیکن دنیا اب اتنی بے وقوف نہیں رہی جتنا کہ عقلمند ہندو کانگریس اسے سمجھتی ہے۔ کشمیر کے صرف وہی چند مسلمان اُن کے جھانسے میں آسکے جو مفاد ملت سے اپنی مخصوص مصلحتوں کی وجہ سے مُنہ موڑ چکے ہیں۔ ورنہ اگر جواہر لال نیک نیت ہوتا تو نہ صرف خود قید وبند میں ہوتا بلکہ اپنے ساتھ ہزاروں ہندوؤں کو بھی ریاست پر یورش کا حکم دے دیتا اور اس طرح مسلمانانِ ریاست کو اپنی نیک نیتی کا ثبوت دیتا۔

کس قدر شرم کی بات ہے کہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ریاست کے چند مسلمان جواہر لال اور مہاتما گاندھی کو اپنا دوست اور قائداعظم محمد علی جناح کو اپنا دشمن سمجھتے رہے۔ دراصل تمام باتوں کا دارومدار نیت اور ضمیر پر ہے جس کی نیت خراب ہوگی اور جو اپنا ضمیر کھو چکا اس کے لیے اچھے برے اور دوست دشمن کی تمیز ہی کیا ہے۔۔۔۔۔۔"

میرواعظ منزل کی اس میٹنگ میں مسلم کانفرنس کے بیشتر رہنما حاضر تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر حصول پاکستان کا ریزولیوشن پاس کیا اور اس کی بڑے پیمانے پر تشہیر کی۔ حصول پاکستان کے اس ریزولیوشن نے "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک کو پس پشت ڈالدیا اور مسلمانانِ

کی خاصی تعداد مسلم کانفرنس کے لیڈروں کے گرد جمع ہونے لگی۔

نیشنل کانفرنس نے "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کی کھلم کھلا حمایت کر کے مسلم لیگیوں اور مسلم کانفرنسیوں کو حیرت زدہ کر دیا۔

اخبار زمیندار جو مسلم کانفرنس کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ اس نے مسلم کانفرنس کو رجعت پسند کہنا شروع کیا۔

"نوائے وقت"، "انقلاب" اور "احسان"، نے تحریک کی حمایت میں مسلم کانفرنس کا نظریہ مسترد کر دیا۔ اس وجہ سے نیشنل کانفرنس کی گرتی ساکھ بحال ہو گئی۔ نیشنل کانفرنس کی جگہ مسلم کانفرنس ہدف ملامت بننے لگی۔

صورت حال کا اندازہ کر کے سرینگر میں ۱۹ جون کو مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کا ایک خصوصی اجلاس ہوا۔ اس میں اہم متعدد فیصلے کیئے گئے اور کئی قرار دادیں پاس کی گئیں۔

(۱) مرتبین قرار دادیں درج کی جاتی ہیں کہ "کشمیر چھوڑ دو" تحریک سمجھنے میں سہولیت ہو سکے۔

(۲) مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ نے صدر نیشنل کانفرنس کے مطالبہ "کشمیر چھوڑ دو" پر غور کیا ہے قانونی اور آئینی اعتبار سے معاہدہ امرتسر کی تنسیخ کے جواز عدم جواز سے قطع نظر کانگریس صدر نے نیشنل کانفرنس کے اس نعرہ کی جو مخالفت کی اور اس ضمن میں پنڈت نہرو نے تمام ہندوستانی ریاستوں کے تعلق میں کانگریسی پالیسی کی جو وضاحت کی نیز قائمقام صدر نیشنل کانفرنس نے پنڈت نہرو سے حال ہی میں جو متعدد ملاقاتیں کرنے کے فوراً بعد جو بیان گلوب نیوز کی وساطت سے دہلی میں پریس کو دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ کانگریس اس نعرے کو اپنے حق میں استعمال کر رہا ہے۔

(۳) شیخ محمد عبداللہ صدر نیشنل کانفرنس نے جیل سے ایک خط کے ذریعے اپنے مقدمے کی پیروی اور ڈیفنس کے سلسلے میں پنڈت نہرو کو مختار مطلق قرار دیا ہے۔ اس سے عیاں ہے کہ نیشنل کانفرنس "کشمیر چھوڑ دو"

کے نعرے کو کلیتاً ترک کر رہی ہے اور تو اور جیسا کہ اس وقت تک اس نعرہ کو نیشنل کانفرنس کی جانب سے آفیشل پوزیشن بھی حاصل نہیں اور اسی تحریک کی سرپرستی اور رہنمائی کلی طور پر ہندو کانگریس کے لیڈروں کے ہاتھوں میں دی گئی ہے اور اس نعرہ کے موجد محرک خود جیسا کہ ڈانواڈول ہیں۔ اُن کی پالیسی اس ضمن میں قطعی اور یقینی نہیں اور وہ ہندو کانگریس کے لیڈروں کی جانب سے کی گئی "کشمیر چھوڑ دو" کی نئی تعبیریں اپنا رہے ہیں مسلم کانفرنس کے لیے کسی رائے کا اظہار قبل از وقت ہے۔

(۴) ریاست جموں کشمیر کے مسلمانوں کی موجودہ حکومت کے خلاف شروع ہی سے سنگین قسم کی شکایات چلی آ رہی ہیں جن کو رفع کرنے کے لیے انہوں نے مسلسل جدوجہد کی اور ہر قسم کی قربانیاں بھی دیں، لیکن بدقسمتی سے حکومت نے مسلمانوں کی تالیف قلوب کی کبھی بھی کوشش نہ کی بلکہ ان کا رویہ روز بروز بدسے بدتر ہوتا گیا یہ وہ تکلیف دہ حقیقت ہے جس کا اعتراف خود ریاست کے بعض سابق غیر مسلم وزرائے اعظم بھی کر چکے ہیں۔

(۵) مسلمانوں کی حق تلفی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ڈوگرہ حکومت کے قیام کو اب پوری ایک صدی گزری ہے ان سو سالوں میں اٹھتیس آدمیوں کو وزیر اعظم نامزد کیا گیا ہے اور حد یہ ہے کہ اس میں ایک بھی مسلمان نہ تھا۔ مسلمانانِ ریاست نے اس کے باوجود پھر بھی وفاداری کے پھندے کو اپنے گلے سے اُتارنے کی کوشش نہ کی اور بہتر حالات کی توقع پر وہ خون کے گھونٹ پیتے رہے لیکن اب جب کہ پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ مجلس عاملہ قرار دیتی ہے کہ اگر اُس نے گزشتہ سو سالہ مسلم آزاد پالیسی میں تبدیلی نہ کی تو مسلمان مجبور ہوں گے کہ وہ حکومت کی اس جانبدارانہ پالیسی سے دست کش کرانے کے لیے وہ تمام ذرائع عمل میں لائیں گے جو اُن کے اختیار میں ہیں۔ مجلس عاملہ حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ مسلمانوں کی مندرجہ ذیل شکایات کو بغیر کسی تاخیر کے جلد از جلد

رفع کریں۔

الف:۔ گاؤ کشی کے جرم کی پاداش میں دس سال قید بامشقت کی سزا منسوخ کردی جائے۔

ب:۔ تبدیلی مذہب پر نومسلم کی جائداد ضبط کرنے اور اس کی بیوی بچوں کو جبراً چھین لینے کے وحشیانہ قانون کو منسوخ کردیا جائے۔

ج:۔ قانون اسلحہ میں جس کی رو سے صرف ہندو راجپوتوں کو آتشیں اسلحہ اور گولہ بارود رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس طرح ترمیم کی جائے کہ تمام اقوام پر ایک جیسی پابندیاں یا سب کو ایک جیسی رعائتیں حاصل ہوں۔

د:۔ ہندی کی جبری ترویج کے احکامات واپس لیے جائیں۔

ل:۔ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کو تناسب آبادی کی بناء پر نمائندگی دی جائے اور کلیدی اسامیوں میں ان کی افسوسناک کمی کو فی الفور پورا کیا جائے۔ کشمیری مسلمانوں کو بھی ملٹری ملازمت کے اہل قرار دیا جائے۔

س:۔ مسلمانوں کی شہری آزادی کو مفلوج کیا گیا ہے۔ بالخصوص ڈیفنس رولز کے بے رحمانہ استعمال اور مسلم اخبارات پر سے سخت گیرانہ پابندیوں کو فی الفور منسوخ کردیا جائے۔

مجلس عاملہ قرار دیتی ہے کہ اگر حکومت کشمیر نے بلا تاخیر مسلمانوں کے ان کم سے کم مطالبات کو پورا نہ کیا تو مسلم کانفرنس ڈائرکٹ ایکشن لینے پر مجبور ہوگی، بنابریں مجلس عاملہ مجلس عمل کو اختیار دیتی ہے کہ وہ ایسی صورت میں براہ راست اقدام کا پروگرام مرتب کرے اور عوام کو اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرے، یہ اجلاس مسلم عوام سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس غرض کے لیے قربانی دینے کے لیے تیار ہوجائیں۔

(۶) نیشنل کانفرنس کے زعماء اور مسلم کانفرنس کے نمائندگان کے مابین کئی ماہ تک مصالحت کی گفتگو ہوتی رہی اور بظاہر اس نقطہ پر اتفاق ہوگیا تھا کہ نیشنل کانفرنس چونکہ آٹھ سال کی متواتر جدوجہد کے باوجود مسلمانوں کے مفادات پس پشت ڈال دینے کے باوجود ہندوؤں کا تعاون حاصل

نہیں کرسکی، اس لیے نیشنل ازم کے ڈھونگ کو ختم کردیا جائے اور نیشنل کانفرنس کے سارے ممبر مسلم کانفرنس میں شامل ہوجائیں۔ اس نقطہ کو نیشنل کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کے قریباً سبھی مسلمان ممبران کی ظاہری طور پر تائید حاصل تھی اور ان کے کہنے کے مطابق شیخ عبداللہ بھی اُن سے متفق تھے۔ لیکن جب یہ بات چیت آخری مرحلہ میں داخل ہوگئی تو نیشنل کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی نے محسوس کیا کہ انہیں شیخ عبداللہ کا تعاون حاصل نہیں رہا کیونکہ شیخ عبداللہ اور پنڈت جواہر لال نہرو کے درمیان جو عہدوپیمان موجود تھا وہ سمجھوتہ کی راہ میں زبردست رکاوٹ بن گیا۔ اس نئی صورت حال میں ایک بیرونی سازش سے نیشنل کانفرنس کی روش یکسر بدل گئی۔ اس لیے کہ نیشنل کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کے مسلم ممبران شیخ محمد عبداللہ کی مرضی کے خلاف پہلی بات پر قائم رہنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے یا وہ ایک پُراثر ڈرامہ میں محض اداکاری کررہے تھے۔ اُن کی ساری بات چیت اُن کی اداکاری کا ایک حصہ تھی جس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ جن لوگوں کے خلاف وہ گذشتہ آٹھ سال سے حکومت کے آلہ کار بن کر ہلڑبازی اور تشدد کرتے چلے آئے تھے ان کے جذبۂ اتحاد بین المسلمین کا ناجائز فائدہ اُٹھا کر انہیں کچھ وقت کے لیے احمق بنا سکیں اور اُن سے خیمہ برادری کا کام لے سکیں یہی وجہ ہے کہ اگرچہ گفتگوئے مصالحت میں طے ہوچکا تھا کہ مصالحت کے اعلان تک تحریک شروع نہ کی جائے اس کے باوجود نیشنل کانفرنس نے بالا بالا ہی "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک شروع کی۔

مجلس عاملہ گفتگو مصالحت کی تفصیلات پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی کہ گفتگو میں جہاں تک نیشنل کانفرنس کا تعلق ہے یہاں صرف سیاسی داؤ پیچ کے ہتھکنڈے مضمر تھے۔ مجلس عاملہ کو یہ نتیجہ اخذ کرنے میں پنڈت نہرو کے بیانات سے بھی کافی روشنی ملی، پنڈت نہرو کے مطالبہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر جبکہ نیشنل کانفرنس کے

زعمار متحدہ

محاذ قائم کرنے کے لیے مسلم کانفرنس کے ساتھ صلح کی بات چیت مکمل کر رہے تھے۔ اس کے دوش بدوش پنڈت نہرو سے بھی شیخ عبداللہ عہد و پیماں باندھ رہے تھے اور انہیں غیر مشروط وفاداریوں کا یقین دلا رہے تھے۔ مسلم کانفرنس کے ساتھ صلح کی بات چیت صریحاً ایک دھوکہ تھا اگر "کشمیر چھوڑ دو" کی تازہ تحریک کے آثار چڑھاؤ کو بھی مدنظر رکھا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ نیشنل کانفرنس کی دورخی کچھ مسلم کانفرنس ہی سے مخصوص نہیں تھی بلکہ یہ ہوشیار لوگ پنڈت نہرو سے بھی کھیل رہے تھے کیونکہ ایک طرف شیخ عبداللہ اپنے مقدمے کا ڈیفنس پنڈت جی کو سونپ دیا دوسری طرف نیشنل کانفرنس کے انڈر گراؤنڈ کارکن کانگریس کے بجائے کمیونسٹ پارٹی کی ہدایت پر پوری طرح پابندی سے عمل پیرا ہیں اور انہیں یقین دلا چکے ہیں کہ وہ اپنی قسمت کانگریس کے بجائے کمیونسٹ پارٹی سے وابستہ کئے ہوئے ہیں سب سے زیادہ دلچسپ بات نیشنل کانفرنس کے قائم مقام صدر کی ہے جو مسلم کانفرنس کے نمائندوں سے ہمیشہ اتحاد المسلمین کے بہت بڑے خواہشمند کی حیثیت سے ملتے رہے۔ پنڈت نہرو کو انہوں نے ہمیشہ ایک سچے کانگریسی کی حیثیت سے چالیس لاکھ باشندگان ریاست کی وفاداری کا یقین دلایا یہی وہ شخص ہے جو کمیونسٹ پارٹی کے مہمان بن کر اپنے آپ کو انہی میں سے ظاہر کرتے ہیں۔

قائمقام صدر بخشی غلام محمد نے بیک وقت تین کشتیوں میں سوار ہو کر ان توقعات کو پورا کیا جو شیخ عبداللہ کا جانشین ہونے کی حیثیت میں شیخ صاحب اُن سے توقع رکھ سکتے ہیں۔

مجلس عاملہ ان ساری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ شیخ عبداللہ اور اُن کے رفقاء بدستور دشمن اسلام عناصر کے ہاتھوں

میں کھیل رہے ہیں اور پنڈت نہرو تحریک رابطہ مسلم عوام MUSLIM MASS CONTACT کے احوال کے تحت ان کی تائید و حمایت اس لیے کر رہے تھے تاکہ صوبہ سرحد سے ملحق ایک ایسی ریاست کو جو رقبہ اور آبادی کے لحاظ سے صوبہ سرحد سے ڈیڑھ گنا بڑی ہے۔ اپنے ڈھب پر لاکر کشمیر اور سرحد کا ایک مضبوط مخالف پاکستان کانگریسی بلاک بنا سکیں اور اس طرح مرکزی آئین ساز اسمبلی میں مسلمانوں کے کوٹہ میں سے چھ نشستیں ہتھیا لینے میں کامیاب ہوں۔

اور اس کانگریس زدہ مسلم بلاک کو شمال مغربی پاکستان کے پیٹھ پر بنگل چھوڑے کی حیثیت سے قائم رکھ سکیں۔

برعکس اس کے کمیونسٹ پارٹی جو ہندوستان کے کسی صوبے میں بھی مضبوط طور پر اپنے قدم نہیں جما سکی وہ نیشنل کانفرنسی لیڈروں کی موقعہ پرستی کا ناجائز فائدہ اُٹھا کر کشمیر میں اپنا اثر و نفوذ قائم کرے اور اس کے بعد ہندوستان پر حجت لگانے کے لیے روس کے ہمسایہ اشتراکی کشمیر کو اڈے SPRING BOARD کی حیثیت سے استعمال کر سکیں۔

شیخ عبداللہ اور اُن کے ساتھی آگے چل کر سچے دل سے کانگریس کا ساتھ دیں گے یا کمیونسٹ پارٹی کا یہ وہی بہتر جان سکتے ہیں۔ البتہ اتنا وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا فکر و عمل مسلم اتحاد کے خلاف ہے اور وحدت اسلامیہ کے لیے تباہ کن ہے ان حالات میں جب تک وہ آدھے کانگریسی اور آدھے کمیونسٹ ہیں مسلمان اُن کا ساتھ دے کر کشمیر کو روس کا آذربائیجان یا ہندوستان کا دوسرا صوبہ سرحد نہیں بنانا چاہتے۔

بنابریں مجلس عاملہ شیخ عبداللہ کی پالیسی کو مسلمانوں کے لیے تباہ کن قرار دیتی ہے۔ البتہ اگر اب بھی وہ غیر مسلموں کی سرپرستی کو ترک کر کے سیاسی خواہشات کو دس کروڑ مسلمانوں کی متفقہ رائے کے تابع کر دیں تو مسلم

لہ آگے چل کر انہوں نے کانگریس کا ساتھ دیا نہ کمیونسٹوں کا بلکہ وہ انگریز سامراج کی جال میں آ گئے۔

کانفرنس آج بھی انہیں اپنانے کے لیے تیار ہے۔"

پنجاب کے مسلم اخبارات نے مسلم کانفرنس کو رجعت پسند اور ایسے الزامات دے کر جب مسلم کانفرنس کی شبیہہ مسخ کرنے شروع کی تو اس کانفرنس کی مجلس عاملہ کی رپورٹ منصۂ شہود پر آتے ہی اخبارات ان کی تائید و حمایت کی طرف مائل ہو گئے۔

پنجاب کے کئی مسلم رہنماؤں نے شیخ عبداللہ کو دوبارہ مسلم کانفرنس کے لیڈروں کے ساتھ بات چیت کرنے کا مشورہ دیا لیکن انہوں نے یہ مشورہ ٹھکرا کر نامنظور کیا۔ انہوں نے ڈوگرہ حکمرانوں کے ساتھ مسلم کانفرنس کے خلاف بیک وقت دو محاذ کھول دیئے۔

شیخ عبداللہ جہاں ڈوگرہ حکمرانوں سے "کشمیر چھوڑ دو" کا مطالبہ کرنے لگے وہاں مسلم کانفرنسیوں سے "کشمیر کو چھوڑنے" کا تقاضا کرنے لگے۔

حساس طبیعت کو جاگنے کی ضرورت ہے
آزار سے بچنے کی بس ایک ہی صورت ہے

"تحریک آزادی کشمیر" کے ڈائرکٹ ایکشن کا انجام

کشمیر چھوڑ دو تحریک سے نیشنل کانفرنس کے مردہ جسم میں یقیناً ایک نئی روح دوڑ گئی اور ریاست کے علاوہ اور ریاست کے باہر بھی اس تنظیم کا خوب چرچا ہوا۔ ڈوگرہ شاہی کے خلاف تحریک جو ایک طرح سے سرد خانے میں جا پڑی تھی۔ اس میں ایسی گرمی پیدا ہو گئی کہ جس نے ایوان حکومت کو لرزہ بر اندام کر دیا۔ نیشنل کانفرنس اور اس کی لیڈرشپ جو بدظنی اور بداعتمادی کا شکار ہو گئی تھی اس پر نہ صرف عوام کا اعتماد بحال ہو گیا بلکہ اس تنظیم کے لیے وہ متحرک بھی ہو گئے۔

کٹر ہندو پریس کے سوا ہر ایک نے "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کے لیے شیخ عبداللہ کو اپنا تعاون دینے کی پیش کش کی۔ اس تحریک کے بارے میں مسلم کانفرنس کے رول کی اندرونی اور بیرونی سطح پر نکتہ چینی بھی گئی۔

مسلم پریس نے بھی جب مسلم کانفرنس کے خلاف آواز اٹھائی تو مسلم کانفرنس کے قائدین کی طرف سے کئی مٹنگوں کے بعد فیصلہ لیا گیا کہ ڈوگرہ شاہی کے خلاف سول نافرمانی کے ضمن میں ڈائرکٹ ایکشن کا پروگرام رکھا جائے۔

۹ اگست ۱۹۴۶ء کو غلام احمد جویلر کے گھر میں ایک خفیہ مٹنگ کے دوران ڈائرکٹ ایکشن کے پروگرام کو حتمی شکل دی گئی اور فیصلہ لیا گیا کہ علاقہ جموں جن میں پونچھ، میرپور، بھمبر، کوٹلی، نوشہرہ، راجوری، حویلی، مینڈھر، ریاسی اور کٹھوعہ کے سابقہ فوجوں کو منظم کیا جائے چونکہ یہ فوجی دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر مع ہتھیاروں کے

اپنے اپنے گھروں کو لوٹے تھے۔ لہٰذا ان کے لیے ہتھیار فراہم کئے جائیں۔ کیونکہ یہ لوگ ڈوگرہ فوج کا آسانی سے مقابلہ کر سکے گی۔

سول نافرمانی کی تحریک کے ساتھ ہی مسلح بغاوت کا بھی آغاز ہوگا اور اس طرح نیشنل کانفرنس جو بازی لے گیا ہے۔ اس بازی کو واپس اُن سے لیا جاسکتا ہے۔

اس خفیہ میٹنگ میں سر ظفر اللہ خان کے علاوہ ـــــ چوہدری غلام عباس خان قریشی محمد یوسف، شیخ احمد الدین بانہالی، مولوی محمد یوسف شاہ چوہدری حمید اللہ، میجر علی احمد شاہ، سید نذیر حسین پونچھی، غلام احمد جوئیلر اور مولوی محمد امین شامل تھے۔

میٹنگ میں مسلح بغاوت کی میجر علی احمد شاہ نے پیش کش کی اور یقین دلایا کہ سابقہ فوجی ڈوگرہ فوج کا نہ صرف مقابلہ کر سکے گی بلکہ وہ اس فوج کو زیر کرنے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے۔

اس سلسلے میں اگلی میٹنگ مولوی یوسف شاہ کے دولت خانے پر بلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ میٹنگ کے روز انہوں نے مولوی غلام نبی شاہ کے ذریعہ دیگر حضرات کو میٹنگ ملتوی کیا جانے کا سندیسہ بھیجدیا، دراصل مولوی یوسف شاہ اس قسم کی میٹنگ اپنے گھر پر بلانے سے ڈر گئے۔ اس روز مولوی صاحب کے بغیر سبھی حضرات مجسٹک ہوٹل میں حاضر ہوئے اور فیصلہ لیا گیا کہ مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس پر سول نافرمانی اور ڈائرکٹ ایکشن کا اعلان ہوگا۔

شیخ احمد الدین بانہالی، سید نذیر حسین شاہ پونچھی اور میجر علی شاہ کو سابقہ فوجوں کے ساتھ رابطہ بڑھانے کے لیے روانہ کیے جانے کا فیصلہ لیا گیا۔

میٹنگ میں مولوی محمد یوسف شاہ کی کمی شدت سے محسوس کی گئی۔ چونکہ مسلم اتحاد "مسلم کانفرنس اور آزاد مسلم کانفرنس" کے نام سے دو حصّوں میں بٹ چکی تھی۔ اس لیے فیصلہ لیا گیا کہ دونوں تنظیموں کو ملایا جائے اس سلسلے میں چوہدری غلام عباس خان، سید میرک شاہ اندرابی، چوہدری حمید اللہ خاں قریشی۔

محمد یوسف اور غلام محی الدین رہبر نے مل کر مولوی یوسف شاہ سے ملاقات کی اور انہیں آزاد مسلم کانفرنس توڑ کر مسلم کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی، مولوی صاحب نے یہ دعوت قبول کر لی تو فیصلہ کیا گیا کہ مشترکہ طور پر جامع مسجد میں ایک جلسہ کا انعقاد

کیا جائے جس میں مسلم کانفرنس کے حامی جو کہ نیشنل کانفرنس میں شامل ہو گئے ہیں انہیں واپس اپنی تنظیم میں آنے کی دعوت دی جائے۔

مقررہ تاریخ پر جب جامع مسجد میں کنونشن کا انعقاد کیا گیا تو عام لوگوں کے علاوہ اس میں نیشنل کانفرنس کے کئی سرکردہ عہدیداروں اور کئی ممبران اسمبلی نے شرکت کی، اس موقعہ پر چوہدری غلام عباس خان کی طرف سے جو خطبہ صدارت پیش کیا گیا اُس کے اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

"نیشنل کانفرنس کو چھوڑ کر وہ دوبارہ مسلم کانفرنس میں آجائیں تو ہم اُن کا خیر مقدم کریں گے، آئندہ لائحہ عمل کا پروگرام وہ بنائیں تو ہم بحیثیت ایک ادنیٰ رضا کار کے کام کرنے کو تیار ہیں۔ ایک متحدہ پروگرام کے تحت تحریک چلائی جائے تو ہم خود سارا بوجھ سنبھالنے کے لیے تیار ہیں کیونکہ اس کے بغیر وہ لوگ (نیشنل کانفرنس والے) بالکل ناکام رہ جائیں گے نیشنل کانفرنس کے چند ذمہ دار کارکن قوم پرستی کی قبا پھاڑنے کے لیے بالکل آمادہ ہو گئے تھے لیکن دفعتاً انہوں نے ہی پیش کش کو ٹھکرایا اور اگر اب بھی اس غلط اقدام کے نتائج کی ذمہ داری ہم پر ڈالی جائے تو کیوں اور کس لیے؟

آپ لوگ بخوبی جانتے ہیں تحریک سے چند روز قبل یہ لوگ کاک صاحب کی وزارت کو عوامی وزارت کہتے تھے اور نیشنل کانفرنس کا حکومت کے ساتھ باضابطہ گٹھ جوڑ تھا۔ اب اس وزارت کو غیر عوامی اور ناقابلِ اعتماد قرار دیتے ہیں۔ متواتر چھ سال سے حکومت کشمیر کا سہارا لے کر مسلم کانفرنس پر نہ صرف دھاوا بول دیا گیا بلکہ بیرونی اور اندرونی طاقتوں کے استعمال سے اسلامی تنظیم کو درہم برہم کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ حتیٰ کہ اس جنگ کو بیرونی پریس کے ذریعے سے فرقہ دارانہ رنگت دلائی گئی۔

موجودہ "کشمیر چھوڑ دو"[1] تحریک کے بانی اگر ہم مسلم کانفرنس والے ہوتے

---

[1] "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک اصل میں وزارت کی لڑائی تھی۔ شیخ صاحب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ یقیناً نیشنل کانفرنسی احباب وزارت میں شامل ہو کر حکومت کے ساتھ مل گئے ہوتے۔

اگر شیخ صاحب جیل سے کل رہا ہوں تو آپ یاد رکھیں وہ "کشمیر چھوڑ دو" کے نعرے کا تخلیہ مہاراجہ کے ہاتھ[۱] میں دیں گے اگر ان کی تحریک کا یہی جواب ہے تو بے گناہ شہیدوں کے خون کی ذمہ داری کس کی گردن پر رہتی ہے۔ اس مسئلہ کو آپ بخوبی سمجھ لیں، شیخ صاحب کی عزت میرے دل میں اب بھی ہے۔ مگر انہوں نے اسلامی تنظیم کے خلاف صف آرائی کی، وہ قائداعظم کی رہنمائی قبول کرنے کے بجائے وارد ھا[۲] میں بیٹھے ہوئے دشمن اسلام کی رہنمائی قبول کر لیتے ہیں۔ اگر کل کو شیخ صاحب پھر سے اسلامی تنظیم کی رہنمائی قبول کر لیتے ہیں اور دشمنان اسلام کے کیمپ سے نکل کر اسلامی کیمپ میں آجائیں تو وہ ہمارے دوست بن سکتے ہیں اور ہم بھی اُن کی مخالفت کرنے سے دست کش ہو جائیں گے۔

پنڈت نہرو کو مسلمانوں اور شیخ صاحب کا ہمدرد اور غم خوار تصور کرنا مسلمانوں کی بھول اور سخت غلطی ہے وہ بظاہر ہمدرد و غم خوار بنا بیٹھا ہے مگر محض سیاسی کاز کے لیے وہ ۳۲ لاکھ مسلمانوں کو گمراہ کر کے کانگریس کے دام و فریب میں لانا چاہتے ہیں اور نیشنل کانفرنس کے لیڈروں کے ذریعے یہاں کے مسلمانوں کو خریدنا چاہتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) مہاراجہ سے وزیراعظم کا عہدہ مانگ رہے تھے۔ جبکہ وہ نائب وزیراعظم کا عہدہ دے رہے تھے اسی بات پر دونوں کے درمیان جھگڑا ہوا۔

[۱] رہائی کے لیے انہوں نے واقعی مہاراجہ کو معافی نامہ بھیجدیا۔

[۲] وارد ھا میں خان عبدالغفار خان کی معیت میں شیخ عبداللہ نے مہاتما گاندھی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور انہیں اپنا رہنما تسلیم کر کے بھارت کا وفادار رہنے کا وچن لیا تھا۔

نہرو کانگریس کا صدر ہے اور خود کو اعلیٰ پائے کا مشہور لیڈر اور انٹرنیشنل مسائل پر تبصرہ کرنے والا لیڈر کہلاتا ہے۔ سوشلزم کا حامی ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے لیکن گپت گنگا نشاط (انہوں نے چشمہ شاہی بتایا ہے) کے ایک سو سالہ بوڑھے راج گرو کے شرن میں آکر شیخ عبداللہ کی رہائی کے لیے ڈوگرہ شاہی سے سفارش کرنے کی التجا کرتا ہے۔ یہ سب اس لیے کیا جاتا ہے کہ دو چار نیشنلسٹ مسلم لیڈروں کے ذریعے اس کے سیاسی مشن کی کامیابی ہو سکے جو انہوں نے مسلم لیگ کی بیخ کنی کرنے کے لیے جاری کر رکھا ہے۔

"کوئٹ کشمیر" کے نعرہ کے مقابلہ میں ورکنگ کمیٹی کے پاس شدہ ایک ریزولیوشن کو ہم نے "آزاد کشمیر" کے نعرہ کی صورت میں آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس نعرہ کا مطلب ہے۔ "اکثریت کی حکومت" ایسی حکومت جو اپنا آئین خود بنا سکے۔ ظاہر ہے کہ یہ نعرہ کوئٹ کشمیر کے نعرے سے بلند ہے۔ "آزاد کشمیر" کا نعرہ آپ کا دل ہے آپ کو ریاست کے کونے کونے میں اس کی نشر و اشاعت کرنی چاہیے اس کو اپنانا چاہیے، دوسرے مسلمانوں کو اپنانے کی ہدایت کریں اسی کاز کے لیے زندہ رہو اور اسی کے لیے اگر مرنا ہو تو تیار رہو۔"

چوہدری صاحب کی دو گھنٹے کی تقریر کے بعد حاضرین نے دیر تک تالیاں بجا بجا کر ان کا سواگت کیا مسلم کانفرنس کے اس کنونشن نے یقیناً نیشنل کانفرنس کی عمارت میں ایک شگاف ڈالدیا اس صورت حال سے نہ صرف نیشنل کانفرنس بلکہ آل انڈیا نیشنل کانگریس سخت پریشان ہو گئی انہوں نے بعض ناراض ارکان کے ساتھ ساتھ ان ممبران کو دوبارہ واپس لانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جو مسلم کانفرنس میں شامل ہو گئے تھے اس کنونشن کے بعد مسلم کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کے ایک خصوصی اجلاس میں "آزاد کشمیر" مسلم کانفرنس کا منشور جاری کیا گیا جو حسب ذیل ہے۔

(۱) زمینداری سسٹم اور بڑی بڑی جاگیریں ختم کی جائیں گی اور زمین حقیقی

کاشتکاروں کی ملکیت قرار دی جائے۔

(۲) مالیہ اور ٹیکس اتنا کم کر دیا جائے گا کہ وہ کل پیداوار کا ۱۵ فیصد سے زیادہ نہ ہو۔

(۳) تمام کاشتکاروں کو اس بات کی گارنٹی دی جائے گی کہ زمین اُس کے پاس کاشت کے لیے رہے گی۔

(۴) کسانوں کے قرضہ جات کو منسوخ کر دیا جائے گا اور حکومت کی طرف سے کسانوں کو کم شرح منافع پر قرضہ فراہم کیا جائے گا۔

(۵) زرعی پیداوار حکومت کی امداد سے بڑھا دیا جائے گا حکومت کی امداد سے جدید قسم کی زرعی مشنری کھاد، بیج فراہم کیا جائے گا اور اجتماعی کاشت کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

(۶) بڑی صنعتوں اور نقل و حمل کے ذرائع کو قومی ملکیت میں لیا جائے گا۔ کان کنی جنگلات اور دوسرے قدرتی وسائل کو بھی قومی ملکیت قرار دیا جائے گا۔

(۷) حکومت کی مالی امداد اور اجتماعی ملکیت کے اصول سے بڑی بڑی صنعتیں لگائی جائیں گی تاکہ عوام کی ضروریات پوری ہو سکیں اور بے روزگاروں کو کام مہیا ہو سکے۔

(۸) جو چھوٹی چھوٹی صنعتیں انفرادی ملکیت میں ہوں گی اُن کو سرکاری امداد دی جائے گی اور کام پر حکومت کا کنٹرول ہوگا۔

(۹) کسانوں، فنکاروں اور دوسرے آزاد پیداوار تیار کرنے والوں کی انجمن منظم کرنا اور ایشیا کی تقسیم کے خریداروں کی انجمن کا قیام۔

(۱۰) ایک مقرر معیار زندگی کے مطابق صنعتی اور زرعی مزدوروں کی اجرتیں مقرر ہو جائیں گی۔

(۱۱) ہر شخص کو دن میں صرف آٹھ گھنٹے کام کرنا ہوگا۔

(۱۲) ہر ایک صحت مند ریاستی باشندے کو کام مہیا کیا جائے گا۔ بصورت دیگر اُسے کام مہیا ہونے تک امداد دی جائے گی۔

(۱۳) سولہ برس کی عمر تک مفت اور لازمی تعلیم دی جائے گی۔

(۱۴) غریبوں کو مفت طبی امداد دی جائے گی۔

(۱۵) پریس، پلیٹ فارم اور انجمن سازی کی مکمل آزادی ہوگی۔

(۱۶) مذہب اور عبادت کی مکمل آزادی ہوگی۔

(۱۷) تمام فرقوں کو ثقافتی خود اختیاری ہوگی۔

(۱۸) عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق و فرائض اور ذمہ داریاں ہوں گی۔

(۱۹) عدلیہ انتظامیہ سے علیحدہ اور خود مختار ہوگا۔ قانون کی علمبرداری ہوگی۔

"آزاد کشمیر" کے پروگرام کو آگے بڑھانے کے لیے مسلم کانفرنس کا سالانہ اجلاس ۲۴-۲۵ اگست ۱۹۴۶ء کو مسلم پارک جامع مسجد سرینگر میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مولانا نور الدین شاہ اس کمیٹی کے چیرمین مقرر ہوئے۔ اجلاس کا اختتام سے قبل قرارداد "آزاد کشمیر" جاری کیا گیا۔

قرارداد

ہر گاہ کہ ہندوستان کے آئین کا ڈھانچہ مرتب کرنے کا ڈول ڈالا جا رہا ہے اور برطانوی ہند کے صوبہ جات اور ہندوستانی ریاستوں کو ایک محدود اختیار والی یونین میں منسلک کرنے کے لیے جس آئین ساز اسمبلی کو تشکیل دیا جا رہا ہے اس میں دس کروڑ باشندوں کی نمائندگی کے متعلق وزارتی سفارشات بالکل مبہم ہیں اور سیاسی عوام کو شبہ ہے کہ انہیں مطلق العنان شہزادگان کے رحم و کرم پر چھوڑا گیا ہے۔ مجلس عاملہ کی رائے میں آئین ساز اسمبلی میں ریاستی عوام کو بھی اسی طرح اپنے نمائندے خود منتخب کرنے کا حق دیا جائے جیسا کہ برطانوی ہند کو حاصل ہے۔ بالخصوص جہاں تک ریاست جموں و کشمیر کا تعلق ہے مسلم کانفرنس مطالبہ کرتی ہے کہ ہندوستان کی آئین ساز اسمبلی میں ریاست کی طرف سے جو نمائندے بھیجے جائیں لازمی طور پر کشمیر اسمبلی کے منتخب ممبروں کی طرف سے انتخاب کردہ ہونے چاہئیں اور ان کا تناسب و طریق انتخاب اسی طرح ہونا چاہیے جیسا برطانوی ہند کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے مجلس عاملہ یہ بھی مطالبہ کرتی

ہے کہ ہندوستان کی آئین ساز اسمبلی میں ریاست کی طرف سے جو نمائندے بھیجے جائیں لازمی طور پر کشمیر اسمبلی کے منتخب ممبروں کی طرف سے انتخاب کردہ ہونے چاہئیں اور ان کا تناسب اور طریق انتخاب اسی طرح ہونا چاہیے جیسا کہ برطانوی ہند کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے مجلس عاملہ یہ بھی مطالبہ کرتی ہے کہ مستقبل قریب میں جب ریاستوں کو ہندوستانی گروپوں میں شامل ہونا مقصود ہو تو کسی گروپ میں شمولیت کا حق صرف ریاستی عوام کو ہونا چاہیے۔

نیز ہرگاہ کہ آمریت اور جمہوریت کا دوش بدوش چل سکنا ممکن نہیں اور مجوزہ آئین ساز اسمبلی جو ہندوستان کے مختلف اجزاء کے لیے آئین مرتب کرے گی اس کا انحصار آزاد اور جمہوری اصولوں پر ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ریاست جموں وکشمیر جو آبادی اور وسعت کے لحاظ سے صوبہ سرحد سے بہت بڑی اور سندھ کے برابر ہے کا آئین بھی انہی اصولوں پر مرتب ہونا چاہیے، بنا بریں ضروری ہے کہ ریاست جموں وکشمیر کے مطلق العنان اور غیر ذمہ دارانہ نظام حکومت کو فی الفور ختم کر دیا جائے اور عوام کو اپنی پسند کا پورا پورا اختیار دیا جائے جو اپنے مخصوص حالات کے مطابق آزاد کشمیر کے لیے جس طرز کا آئین چاہیں مرتب کریں اس کام کو سرانجام دینے کی خاطر جموں وکشمیر کے لیے ایک آئین ساز اسمبلی کا قیام از بس ضروری ہے۔ مجلس عاملہ مہاراجہ کشمیر سے مطالبہ کرتی ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لیے موجودہ الوقت فرسودہ اسمبلی کو توڑ کر اس کی جگہ فی الفور مطلوبہ اسمبلی کا قیام عمل میں لایا جائے جو وسیع حق رائے دہندگی کے ساتھ تمام تر منتخب ممبران پر مشتمل ہو اور جس میں ہر قوم اور ہر فرقہ کی تناسب آبادی کے لحاظ سے جداگانہ حق نیابت کے ذریعے حق نمائندگی حاصل ہو اور اسی اسمبلی کو ریاست جموں وکشمیر کے لیے اپنی مرضی کا آئین حکومت بنانے کا اختیار سونپا جائے۔ مجلس عاملہ کو توقع ہے کہ مہاراجہ کشمیر بدلے ہوئے حالات، سارے ہندوستان کے مفاد اور اہل ریاست کی بہتری

کے پیش نظر عوام کو اپنی تقدیر کا خود فیصلہ کرنے کے جائز حق کو تسلیم کرلیں گے۔ مجلس عاملہ واضح طور پر اعلان کرتی ہے کہ اگر مندرجہ بالا مطالبات کے برعکس حکومت کشمیر نے کوئی اور ارادہ اختیار کیا تو مسلم کانفرنس اس کو قبول نہیں کرے گی اور مسلم عوام مسلم کانفرنس کی قیادت میں پوری طاقت کے ساتھ آزاد کشمیر کے لیے جدوجہد کریں گے۔"

ڈوگرہ حکومت مسلم کانفرنس کے انقلابی پروگرام سے خوفزدہ ہوگئی چنانچہ حکومت نے دفعہ ۱۴۴ کے تحت مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس پر پابندی عائد کردی، مسلم کانفرنس نے اپنی روایت کے پیش نظر ڈوگرہ حکومت کے اس نادرشاہی حکم کو ماننے سے انکار کر دیا چنانچہ مسلم کانفرنس کے جنرل سیکرٹری آغا شوکت علی نے ایک اخباری بیان کے ذریعے واضح کیا کہ مسلم کانفرنس کا سالانہ اجلاس حکومت کی پابندی کے باوجود مقررہ تاریخ پر ہوگا اور اس اجلاس میں "آزاد کشمیر" کے ڈائرکٹ ایکشن (راست اقدام) کا پروگرام پیش کیا جائے گا۔ اجلاس کے لیے خفیہ طور تمام تیاریاں مکمل ہو رہی تھیں حکومت نے میرواعظ مولوی یوسف شاہ کو اپنے جال میں پھنسا کر انہیں اس کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کے لیے استعمال کیا اور اس کے لیے انہیں معقول معاوضہ بھی عطا کیا گیا۔ چنانچہ اجلاس کے صرف ایک روز قبل میرواعظ مولوی یوسف شاہ نے حکومت سے محاذ آرائی کی شدید مخالفت کی اور "آزاد کشمیر" کی اس تحریک کے لیے اپنی طرف سے ساتھ دینے سے صاف انکار کیا، حالانکہ مجلس عاملہ نے میرواعظ مولوی یوسف شاہ کی موجودگی میں دو روز قبل پروگرام کی حتمی منظوری دے دی تھی۔

مجلس عاملہ نے جو پروگرام ڈائرکٹ ایکشن کے لیے مرتب کیا تھا اس کے مطابق پارٹی بھر میں ایک انقلابی عمل تحریک چلانے کے لیے مسلم کانفرنس کے حمائتیوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ سالانہ اجلاس میں بڑھ چڑھ کر شرکت کریں اور اپنے اپنے علاقوں میں جماعت کے پروگرام کا انتظار کریں۔

اس میٹنگ کے دوران مولانا محمد یوسف شاہ اور مولوی غلام نبی کے چہرے کا رنگ ہی اڑ گیا تھا۔ اس وقت اگرچہ دیگر حضرات نے ان کی بدلتی حالت پر زیادہ دھیان

نہیں دیا لیکن بعد میں واضح ہوگیا کہ دراصل مولوی صاحب نہ صرف اس قسم کی تحریک کے بالکل خلاف تھے بلکہ وہ ڈوگرہ حکمرانوں کے لیے جاسوسی بھی کر رہے تھے۔ میرواعظ یوسف شاہ جب جان گئے کہ مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس پر وادی میں کیا کچھ ہوگا۔ تو انہوں نے سالانہ کانفرنس کے انعقاد میں زبردست رکاوٹیں ڈالدیں اور ان رکاوٹوں کے لیے انہوں نے رام چند کاک سے برابر رابطہ قائم رکھا۔

چوہدری غلام عباس خاں کو جب اس کی اطلاع مل گئی کہ مولوی یوسف شاہ خفیہ طور پر رام چند کاک کے ساتھ کوئی ساز باز کر رہا ہے تو انہیں سخت تشویش لاحق ہوگئی کہ کہیں انہوں نے ڈوگرہ حکومت کو ہمارے خفیہ پلان سے واقف نہ کرایا ہو۔

چوہدری غلام عباس خاں کو دراصل پولیس آفیسر سیّد عبدالرشید اور شیخ عبدالکریم نے میرواعظ یوسف شاہ کی حکومت کی مخبری کرنے کی اطلاع پہنچائی تھی۔

مہاراجہ ہری سنگھ کی حکومت کے یہ دو پولیس آفیسر ایسے لوگ تھے جو بظاہر مہاراجہ کے وفادار پولیس آفیسر تھے لیکن یہ باطن یہ تحریک کے میر کاروان کے پاس اندرونی راز پہنچایا کرتے تھے۔ ڈوگرہ راج میں تحریک حریت کے خلاف کوئی ایکشن لینے کا فیصلہ لیا جاتا تو اس کی اطلاع ان دو پولیس آفیسروں کے ذریعے تحریک کے لیڈروں تک پہنچ جاتی تھی۔

اخبار "مارتنڈ" نے جب پولیس آفیسروں کی اس قسم کی کاروائی کو طشت ازبام کیا تو اُن کے بارے میں پچھلے شکایات کے ساتھ نئی شکایت پر غور وخوض کرنے کے بعد انہیں نوکری سے برخاست کرنے کا فیصلہ لیا گیا۔

ان پولیس آفیسروں کی شکایت پر کہ مولوی یوسف شاہ ڈوگرہ حکمرانوں کی مخبری کے ساتھ وابستہ ہے۔ تنظیم میں زبردست تشویش پھیل گئی۔

ایک ہنگامی مگر خفیہ میٹنگ میں مولوی صاحب کے ساتھ قطع تعلقات کرنے کا فیصلہ لیا گیا لیکن چوہدری حمیداللہ نے اس فیصلے کے ساتھ اتفاق نہیں کیا انہوں نے مولوی صاحب کا بھانڈا چوراہے پر پھوڑنے پر زور دیا۔ چنانچہ اس

کے لیے ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو جامع مسجد میں ایک جلسہ عام کی منادی کرائی گئی لیکن حکومت نے خلل امن کے تدارک کے طور پر شہر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کرادیا اور جلسے جلوس پر پابندی عائد کردی۔

مسلم قائدین نے یہ معمولہ میں جلسہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

چوہدری غلام عباس خان صدر اور آغا شوکت علی جنرل سیکرٹری نے اجلاس کے روز گرفتاریاں دینے کا بھی فیصلہ کیا، انہوں نے اے۔ آر ساغر کو قائم مقام صدر منتخب کیا، لیکن ۲۴ اکتوبر کی رات کو چوہدری غلام عباس خاں اور آغا شوکت علی کے ساتھ اے۔ آر ساغر مولوی نورالدین، محمد اسماعیل ساغر، غلام محی الدین رہبر اور دوسرے ارکان کو گرفتار کرلیا گیا۔

چنانچہ اسمبلی میں پارٹی لیڈر چوہدری حمیداللہ مسلم کانفرنس کا قائمقام صدر مقرر کیا گیا۔

تحریک "آزاد کشمیر" کا توڑ کرنے کے لیے مہاراجہ ہری سنگھ نے مولوی محمد یوسف شاہ کو آڑے وقت میں کام آنے کو کہا تو انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ مہاراجہ کی خدمت میں ایک خطبہ جسے "اعلائے کلمۃ الحق" کا نام دیا گیا رام چند کاک کی وساطت سے مہاراجہ کو پیش کیا۔ رام چند کاک نے اس "اعلائے کلمۃ الحق" کو میرواعظ مولوی یوسف شاہ کی طرف سے ایک سرٹیفکیٹ کے طور پر استعمال کرکے مشتہر کرایا۔

اس خط میں مولوی یوسف شاہ نے مہاراجہ ہری سنگھ کو "ظل سبحانی" (خدا کا سایہ) اور "اولاامر منکم" کہہ کر ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کو فرمان الٰہی سے تعبیر کیا۔ اس "اعلائے کلمۃ الحق" کی اخباروں میں اشاعت سے عوام کی طرف سے مولوی صاحب کو ہزیمت تو ہوئی لیکن مسلم کانفرنس بھی پھوٹ کا شکار ہوگئی۔ غلام احمد جوشیلہ اور عبدالخالق ماگرے نے مسلم کانفرنس سے استعفےٰ دے دیا غلام احمد جوشیلہ قریشی محمد یوسف کی سٹی مسلم کانفرنس میں اور عبدالخالق ماگرے نیشنل کانفرنس میں شامل ہوگیا۔ قریشی محمد یوسف کی سٹی مسلم کانفرنس باغی مسلم کانفرنسیوں نے بنائی تھی۔ اس میں قریشی محمد یوسف کے ساتھ محمد سلطان وانی، محمد یاسین عشائی، عبدالغفار چاپری،

محمد اسماعیل ساغر پیرزادہ طیب شاہ، جلال الدین قریشی، غلام رسول لادے، میر غلام نبی محمد عبداللہ لون، حبیب اللہ زرگر، غلام نبی اختراز اور ہارون رشید وغیرہ شامل تھے۔

بیشتر لیڈروں کی گرفتاری اور شہر سرینگر میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کے بعد ۲۸ر اکتوبر ۱۹۴۶ء کو جامع مسجد بارہمولہ میں ایک پبلک جلسہ میں چوہدری حمیداللہ خاں نے میرواعظ مولوی یوسف شاہ، مولوی محمد امین مولوی غلام نبی شاہ اور عبدالسلام دلال پر حکومت کے ساتھ ساز باز کرنے کا الزام لگایا۔ چوہدری صاحب نے سخت لہجے میں مولوی یوسف شاہ پر فرد جرم عائد کرکے ان پر اور اُن کے ساتھیوں پر مسلم کانفرنس کی تنظیم کا خفیہ پلان فاش کرنے پر تنظیم کے ساتھ غداری کرنے کا مرتکب ٹھہرایا۔ انہوں نے مولوی یوسف شاہ اور ان کے چند دیگر ساتھیوں کو دھوکہ دینے کی تفصیلات بتاتے ہوئے مولوی صاحبان کے ڈبل رول کی شدید الفاظ میں مذمت کی۔ چوہدری صاحب کے بعد جن حضرات نے یہاں تقریریں کیں ان میں سردار عبدالرحیم وانی، غلام سرور، غلام محی الدین ترنبو، غلام احمد ترالی، شیخ احمد الدین باہنالی، غلام الدین شاہ اور غلام الدین وانی شامل تھے۔

آخیر پر مولوی یوسف شاہ پر عدم اعتماد کی تحریک پیش کی گئی جو اتفاق رائے سے پاس کی گئی۔ اگلے روز چوہدری حمیداللہ خان نے پریس کانفرنس میں اپنے آپ کو تنظیم کا قائمقام صدر ہونے کا اعلان کیا۔ اور بحیثیت قائمقام صدر کے انہوں نے مولوی محمد امین اور عبدالسلام دلال کو تنظیم کے ساتھ غداری کی پاداش میں تین سال کے لیے تنظیم کے تمام عہدوں اور ابتدائی رکنیت سے خارج کیا۔

مولوی یوسف شاہ کے حامی اس فیصلے سے سیخ پا ہوگئے۔ وہ احتجاجی جلوس کی صورت میں صدر دفتر کی طرف گئے قبل اس کے کہ کوئی دنگا فساد ہو جاتا چوہدری حمیداللہ اور اُن کے دوسرے ساتھی دفتر سے چلے گئے۔

میرواعظ کے حامیوں نے صدر مسلم کانفرنس کے ان بیانات کو میرواعظ کی شان میں ناقابل معافی خطا سمجھ کر اس بات کا ڈنڈھورا پیٹا کہ چوہدری غلام عباس خان نے اپنی گرفتاری سے قبل میرواعظ یوسف شاہ کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ لہٰذا دوسرا کوئی صدر ہمیں قابل قبول نہیں، مولوی صاحب نے اس کے ثبوت میں چوہدری عباس کا جو

خط پیش کیا وہ بعد میں جعلی ثابت ہوا۔

صدارت کے جھگڑے میں چوہدری حمیداللہ خان کو مولوی یوسف شاہ نے حکومت کی مدد سے مختلف کیسوں میں ملوث کرکے ان کے خلاف ایک پروپگنڈا مہم شروع کی مولوی صاحب کے حمائیتیوں نے خطوط اور تاروں کی ایک زوردار مہم چلائی تاکہ میرواعظ قائمقام صدر تسلیم کیے جائیں اس سلسلے میں جن اصحاب کو حالات پر غور کرنے کے لیے سرینگر آنے کی دعوت دی گئی ان میں سے پروفیسر محمد اسحٰق، معراج الدین، غلام حیدر غوری، شیخ عبدالرحمٰن، چوہدری عبداللہ بھلی، میر علی احمد شاہ، مرزا محمد حسین، چوہدری مصطفےٰ اور سردار یار محمد نے مولوی یوسف شاہ کو لکھ دیا۔

"ہم آپ کی کسی بھی میٹنگ میں شامل نہیں ہوسکتے تم غدار قوم ہو، اپنی منافقانہ سرگرمیاں فوراً بند کرو ——— !"

مولوی یوسف شاہ کے نام تار کی یہ نقل اخبار "پاسبان" میں چھپ گئی، تو نیشنل کانفرنس نے اسے خوب اچھالا۔

مسلم کانفرنس کی اس رسہ کشی نے نیشنل کانفرنس کو کافی تقویت پہنچائی، مسلم اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں شیخ محمد عبداللہ کے بعد مولوی یوسف شاہ نے جو رول ادا کیا اس سے مسلمانوں کو زبردست ہزیمت اور پشیمانی اُٹھانی پڑی۔ اس ڈوبتی کشتی کو بچانے کے لیے محمد علی جناح کو مداخلت کرنا پڑی۔ انہوں نے مولوی یوسف شاہ کو راٹن فش (گندھی مچھلی) کہنا پڑا۔ انہوں نے چوہدری حمیداللہ خان کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا۔



محمد علی جناح — مولوی یوسف شاہ

مسٹر جناح کی حمایت حاصل ہونے کے بعد چوہدری صاحب کو علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے ریاستی مسلم طلبا نے علی گڈھ آنے کی دعوت دی۔

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے ریاستی مسلم طلبا کے ساتھ دوسرے طلبا کے

اجلاس میں چوہدری حمید اللہ خاں نے جو مفصل تقریر کی اس میں انہوں نے جہاں تحریک حریت پر روشنی ڈالی وہاں مولوی یوسف شاہ کا کچا چٹھا کھول دیا۔


چوہدری حمید اللہ خان

انہوں نے فرمایا۔

"مسلمانوں جموں وکشمیر کی نجات شیخ محمد عبداللہ اور چوہدری غلام عباس خان کے اتحاد میں مضمر ہے۔ مگر افسوس ہے کہ شیخ محمد عبداللہ صاحب نے مسلم لیگ کے بجائے نیشنل کانفرنس کا ساتھ دیا اور وہ مطالبہ پاکستان کی حمایت نہیں کرتے بلکہ قائداعظم محمد علی جناح اور پاکستان کی مخالفت بھی کر چکے ہیں۔ اب بھی اگر شیخ صاحب راہ راست پر آکر پاکستان کی مخالفت ترک کریں تو وہ پہلے کی طرح ہمارے قائد اور رہنما بن سکتے ہیں .....

ہم نے سالانہ اجلاس سرینگر میں بلایا تاکہ قوم کو ڈائرکٹ ایکشن کا پروگرام سنائیں حکومت کشمیر نے اجلاس پر پابندی لگا کر ہمارے ڈائرکٹ ایکشن کو پورے طور پر حق بجانب ثابت کرنے کا موقع فراہم کیا، ہم نے فیصلہ لیا کہ قانون شکنی کر کے ایک بار پھر کشمیر کے جیل بھر دیئے جائیں، مولوی یوسف شاہ نے جو کونسل آف ایکشن کا پریزیڈنٹ تھا پہلے ہاں میں ہاں ملائی لیکن عین اجلاس کے دن پہلے غداری کی اور حکومت کے ساتھ مل کر ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپا اور جب ہمارے امتحان کا وقت آگیا تو اس ذلیل مولوی نے حکومت سے گٹھ جوڑ کر کے سارا پروگرام حکومت کو بتایا۔ اب ہم کشمیر سے مولوی یوسف شاہ اور اس کے ملازم کو جب تک ختم نہ کریں مسلم کانفرنس کا راستہ صاف نہیں ہو سکتا۔

میں شرم اور ندامت سے اقرار کرتا ہوں کہ شیخ عبداللہ نے ۱۹۳۱ء کے

بعد اس غدار میر واعظ کو ریاستی سیاست سے باہر نکال کر ایماندارانہ رہنمائی کی تھی ہم اس غدار کے کارناموں کو بھول گئے اور آج سے چار سال پہلے اس گندی مچھلی کو سیاسی تالاب میں ڈال کر ہم لوگوں نے بڑی بھاری غلطی کی وقت آگیا ہے کہ مسلم کانفرنس کو اس نفس پرست مولوی اور اس کے بے ایمان حواریوں سے پاک کیا جائے میں اس مہم کے لیے تہیہ کر چکا ہوں قائداعظم محمد علی جناح کی ہدایت کے مطابق پہلا کام یہ کروں گا کہ مسلم کانفرنس کی تنظیم کو تمام گندے اور ناپاک جراثیم سے پاک کروں۔"

اس جلسے میں بار بار "میر جعفر مردہ باد" اور "ملاازم مردہ باد" کے نعرے لگائے گئے۔ روزنامہ "احسان" لاہور نے مسلم کانفرنس میں "انتشار" کے عنوان سے ۱۹ نومبر ۱۹۴۶ء کو اپنے ایک اداریہ میں اس واقعہ پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے میر واعظ مولوی یوسف شاہ سے یوں شکایت کی۔

"قائد ملت چوہدری غلام عباس خاں صدر مسلم کانفرنس کی گرفتاری کے بعد کانفرنس کے کارکنوں میں ایک ایسا افسوس ناک خلفشار پیدا ہو گیا جس کو ہم مسلمانان کشمیر کی بدقسمتی پر معمول کرتے ہیں اگرچہ اس میں پنڈت رام چند کاک کی کتنی گہری سازش کیوں نہ کام کرتی ہو، لیکن ان مسلمانوں کی بدنیتی کو ہی واحد ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا جنہوں نے اس نازک ترین وقت میں مسلمانان کشمیر سے غداری کی، حکومت کشمیر کا یہ ایک دیرینہ خواب تھا کہ مسلمانان کشمیر میں پھوٹ پڑ جائے ـــــ اور اس مقصد کے لیے میر واعظ نے چوہدری حمید اللہ خاں کو فرضی حکم کے تحت مسلم کانفرنس سے خارج کر دیا اور کہا کہ یہ ہدایت انہیں چوہدری غلام عباس خاں نے جیل سے دی ہے بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سب جعلی کارروائی تھی۔ اب انہیں باقاعدہ طور پر مسلم کانفرنس کی ادنیٰ رکنیت سے بھی ہمیشہ کے لیے چوہدری صاحب نے خارج کر دیا ہے۔ میر واعظ نے مسلم کانفرنس کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے لیے نہایت غیر موزوں وقت کا انتخاب کیا، اس وقت ضرورت اس امر کی تھی کہ پنڈت ڈوگرہ گٹھ جوڑ کے مقابلے میں کشمیر اور جموں کے تمام مسلمان ایک محاذ قائم کرتے اور دشمن کو اس بات

کا کبھی موقع نہ دیتے کہ وہ ان کے اختلافات یا کشیدگی سے فائدہ اُٹھا سکے۔ دنیا کی لالچ چند روزہ ہے لیکن قوم کے لیے زندہ رہنا ایک ابدی زندگی ہے۔ میرا واعظ کو یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے اور مسلمانان کشمیر اس نازک دور میں پراگندہ نہ ہونے دیں۔"

مولوی یوسف شاہ کی اس حرکت پر ریاست اور ریاست کے باہر مسلمان عالموں فاضلوں، دانشوروں اور سیاستدانوں نے خوب جھاڑ پلائی لیکن وہ تنظیم میں مروان کا نقطہ ڈال چکے تھے۔ ۱۹۳۰ء سے لے کر اب تک تنظیم کا ایک ذمہ دار رکن رہ کر انہوں نے حکومت کا آلہ کار بن کر جس غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا اس کی وجہ سے ریاست میں نہ صرف مسلم کانفرنس لوگوں کی نظروں میں بے وقعت ہوگئی بلکہ مسلم اتحاد تتر بتر ہو کر رہ گیا۔ حقیر مفادات کے درمیان جو جاسوسی کا رول ادا کیا۔ اس نے مسلمانان ریاست کے ساتھ نظریہ پاکستان کو جو زک پہنچایا اس کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اگر میر واعظ مولوی یوسف شاہ حقیر مفادات کے لیے حکومت کا آلہ کار بن کر مسلم کانفرنس کا اتحاد پارہ پارہ نہ کر دیتا تو نیشنل کانفرنس اس پر ہرگز حاوی نہ ہو جاتی اپنے کرتوت سے مسلم کانفرنس پر نیشنل کانفرنس کو حاوی کر کے مولوی صاحب نے کانگریس کو تقویت پہنچائی، کانگریس کو تقویت پہنچانا ریاست میں پاکستان کا بستر گول کرنے کے مترادف تھا۔

شیخ محمد عبداللہ پاکستان کے کٹر دشمن تھے انہوں نے کھلم کھلا پاکستان کی مخالفت کی لیکن مولوی یوسف شاہ نے پاکستان کا حمائتی بن کر پاکستان کے خلاف جو کام کیا وہ کوئی دشمن بھی نہیں کر سکتا، کشمیر اور پاکستان کے الحاق کے درمیان رکاوٹ کے ذمہ دار جتنے شیخ محمد عبداللہ ہیں اس سے کہیں زیادہ مولوی یوسف شاہ ہیں۔ اس لیے کہ مولوی صاحب نے پاکستان کا دوست بن کر یہاں اُن کی جڑیں کاٹ کر رکھدیں۔

میر واعظ مولوی یوسف شاہ نے سیاسی میدان میں اُتر کر اپنے مفادات کے لیے مسلم اتحاد کے ساتھ جو رول ادا کیا اور حکومت کا آلہ کار بن کر جو کارنامہ انجام دیا بالکل یہی رول مولوی فاروق ادا کر رہے ہیں۔ مولوی یوسف شاہ کے نقش قدم پر چل کر مولوی فاروق تلازم کے جو نقش ثبت کر رہے ہیں وہ دور رس نتائج کے

حامل ہیں۔ مولوی یوسف شاہ کی طرح مولوی فاروق مرکز کے کارکا آلہ کار بن کر آئے ن جو نت نئے روپ عوام کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ اس سے مسلمانان ریاست کو ک پہنچی ہے کسی سے پوشیدہ نہیں۔

مولوی فاروق کیا ہیں اور وہ کس قسم کی تگڑم بازی کر رہے ہیں۔ اس کا تفصیلی اگلے باب میں آئے گا۔



میر واعظ مولوی یوسف شاہ

میر واعظ مولوی محمد فاروق



وزارت دیدو، کشمیر چھوڑ دو
شیخ عبداللہ کے دو رُخ

ستم تو یہ ہے وہ فریادِ وقت ہے جس نے
نہ جوئے شیر نکالی نہ بُت تراش ہوا

کوئیٹ کشمیر تحریک کے جنم کا ماخذ

مقدمہ بغاوت

کوئیٹ کشمیر کے نعرے کی گونج دور دور تک سُنائی دی تو ہندو پریس نے اس نعرے کے خلاف شیخ عبداللہ کو آڑے ہاتھوں لیا۔ غیر ریاستی ہندوؤں کے اس مخالفانہ پروپگنڈے سے شہہ پاکر وادی کے پنڈتوں اور جموں کے ڈوگروں نے احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع کیا انہوں نے مہاراجہ کے دفاع میں ایک محاذ کھول دیا اس محاذ سے نیشنل کانفرنس اور اُس کی لیڈر شپ کی طرف گولے پھینکے جانے لگے۔

کشمیری پنڈت رہنماؤں نے دراصل نیشنل کانفرنس کو ایک ڈھال سمجھ کر کانگریس کے ساتھ ڈوگرہ راج کی رکھوالی کرنے کا بیڑہ اُٹھایا تھا۔ اور وہ بیڑہ غرق ہونے لگا تو پنڈتوں کی طرف سے امیرا کدل میں پلیڈیم سینما کے سامنے ایک بڑا اجتماع ہوا، کئی پنڈت رہنماؤں نے تقاریر کیں۔ پنڈت بلہ کاک درنے نہایت ہی جذباتی لہجے میں فرمایا:-

"ہم نے شیخ عبداللہ کا پنڈت نہرو کے کہنے پر ساتھ دیا تھا تاکہ نیشنل کانفرنس پھلے اور پھولے مگر آج شیخ عبداللہ مہاراجہ کو یہاں سے نکالنا چاہتا ہے۔ وہ یہاں کے ہندوؤں کو مسلمان بنانا چاہتا ہے۔ یہ نیشنل کانفرنس کے اصولوں کے خلاف قدم ہے۔ ہم مہاراجہ کی پوجا کرتے ہیں۔ ہم مہاراجہ کے خلاف گندی اور غلیظ باتیں سُننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہم ڈوگرہ راج

کے خلاف اس قسم کی تحریک کے حق میں نہیں ہیں۔ مہاراجہ بہادر کو یہاں سے چلے جانے کے لیے کہنے والوں کو ہم خبردار کرتے ہیں اگر وہ اپنی حرکات سے باز نہیں آئے تو حالات کی ذمہ داری اُن پر ہی عائد ہوگی۔"

دوسرے پنڈت رہنماؤں نے کم سے کم یہی باتیں دہرائیں اور یہی لہجہ استعمال کر کے پنڈت جواہر لال نہرو کی وہ دلیل مسترد کر دی جو دلیل انہوں نے مسلم کانفرنس کو توڑ کر نیشنل کانفرنس بنانے کے لیے شیخ عبداللہ کا ساتھ دینے کے لیے دی تھی۔

پنڈت نہرو کا کہنا تھا ڈوگرہ حکومت میں مظلوم مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی ہیں۔ لیکن آج وہی غیر مسلم اس بات کا برملا اظہار کر رہے ہیں کہ ہم مہاراجہ بہادر کی پوجا کرتے ہیں یعنی ہم انہیں ایک دیوتا مانتے ہیں۔

نیشنل کانفرنس کی لیڈر شپ کے لیے یہ ایک ایسا انکشاف تھا جس سے مستقبل کے لیے اُن کی آنکھیں کھل جاتیں اور وہ آنکھیں کھول کر ان حالات کا جائزہ لیتے جن حالات نے انہیں مسلم کانفرنس توڑنے اور نیشنل کانفرنس بنانے کے لیے اُکسایا تھا۔

کشمیری پنڈتوں کی یہ تقریریں کافی تعداد میں مسلمان بھی سن رہے تھے۔ ان میں بخشی عبدالرشید بھی تھے۔ دوران تقریر جب ان پنڈت رہنماؤں نے نیشنل کانفرنس اور اس کی لیڈر شپ پر تابڑ توڑ حملے کیے تو بخشی رشید نے کھڑے ہو کر محمد مقبول حکاک کو اشارہ کیا یکایک اجتماع میں "نعرۂ تکبیر اللہ اکبر" کا نعرہ گونجا۔

اس کے ساتھ ہی ایک کھلبلی مچ گئی، مسلمان غیر مسلموں پر ایسے ٹوٹ پڑے جس سے واضح ہو گیا یہ ایک پری پلان تھا۔ مسلمانوں کا کشمیری پنڈتوں پر اس طرح اچانک ٹوٹ پڑنے سے شور و غوغا کا طوفان کھڑا ہوا۔ کشمیری پنڈت جن میں بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے تھے۔ اور سڑک پر بیٹھے تقریر سن رہے تھے۔ اچانک غنیم کے ٹوٹ پڑنے سے وہ چیخنے چلانے لگے۔ بھاگ دوڑ میں بہت سارے لوگ پاؤں تلے روندے جانے لگے۔ عورتوں کی ایسی بے حرمتی ہوئی کہ قلم لکھنے سے کتراتا ہے۔

پولیس نے آتے ہی لاٹھی چارج کرنا شروع کیا۔ بے شمار لوگ زخمی ہو گئے اور لاتعداد مردوں اور عورتوں کے کپڑے پھاڑے گئے۔ بے دردی اور بے حرمتی کا ایک بھیانک حادثہ رونما ہوا۔

پُرامن اجتماع پر بخشی غلام محمد کی والنٹیر فوج نے جو حملہ کیا وہ حد درجہ افسوسناک حرکت تھی اور اس پر جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ بجائے اس کے کہ اس حرکت پر ندامت اور شرمندگی کا اظہار کیا جاتا۔ الٹا ان سب کشمیری پنڈتوں پر فتنہ فساد کا الزام لگا کر شیخ عبداللہ نے انہیں دھمکی دے کر فرمایا۔

"اگر یہ لوگ خاموش نہیں رہیں گے تو حالات قابو سے باہر ہو سکتے ہیں اور انہیں خس و خاشاک کی طرح اُڑایا جا سکتا ہے۔"

شیخ عبداللہ کی اس دھمکی میں جو غرور ٹپکتا تھا اس کا مسلم اور غیر مسلم دونوں طرف کے سنجیدہ لوگوں نے سخت بُرا منایا اُن کا کہنا تھا مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں کے حقوق کی دہائی دینے والا ایک فرقہ پر اپنے خیالات اور نظریات مسلط کر کے انہیں ایسا دھمکا رہا ہے۔ گویا اُنہوں نے اپنی سوچ اور اپروچ اِن کے پاس گروی رکھدی ہے۔

شیخ عبداللہ کی اس دھمکی نے بعض مسلم لیڈروں کو ناراض اور پنڈت برادری کو مشتعل کر دیا۔ انہوں نے ان واقعات کا ذمہ دار شیخ صاحب کے ساتھ پنڈت نہرو کو ٹھہرایا جن کی ہدایت پر انہوں نے شیخ عبداللہ کا ساتھ دیا تھا۔

شیتل ناتھ مندر میں ایک اجتماع کے سامنے جب شیخ عبداللہ کے ساتھ پنڈت نہرو کے نام سخت بُرا بھلا کہا گیا تو اس کی اطلاع پنڈت نہرو کو مل گئی۔ انہوں نے شیخ عبداللہ کو فوری طور پر دہلی آنے کیلئے ایسے بلاوا بھیجا جیسے ایک آفیسر نے اپنے ماتحت ملازم کو جواب طلبی کے لیے پیش ہونے کو کہا ہو۔

۱۹ مئی ۱۹۴۶ء کو جب شیخ صاحب دہلی کے لیے روانہ ہو گئے تو کوہالہ میں ان کو گرفتار کر لیا گیا۔

ان کی گرفتاری کی خبر پھیلتے ہی احتجاجی مظاہرے شروع ہو گئے۔ جمعہ کے روز درگاہ حضرت بل میں ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا اس میں حسام الدین بانڈے، غلام حسن کرمانی، بشیر احمد درانی، امکار ناتھ درد، موتی لال مصری اور پران ناتھ جلالی نے تقریریں کر کے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا۔ موتی لال مصری گرفتاری سے قبل ہی روپوش ہو گئے۔ اگلے روز صدر الدین مجاہد، غلام حسن کپرہ اور غلام حسن گیلانی گرفتار کر لیے گئے۔

درگاہ حضرت بل کے بعد خانقاہ معلی میں بھی ایک احتجاجی جلسہ ہوا، یہاں

غلام محی الدین نور، صوفی غلام احمد اور موتی لال مصری کو تقریریں کرنے کے فوراً بعد گرفتار کر لیا گیا۔ جلسے جلوس جاری رہے۔ حکومت نے شبانہ چھاپوں کے دوران کئی افراد گرفتار کر لیے ان میں خواجہ احسن اللہ، شیخ محمد امین، غلام محی الدین (سفرنگ مرسس)، محمد صدیق وانی، غلام احمد جوئیلر، علی محمد (سن شائن الائے)، مولانا محمد عبداللہ قریشی، غلام احسن وانی، علی محمد باون، عبدالصمد تیلی، حکیم علی محمد، حکیم غلام نبی، شیخ عبدالرشید، عبدالاحد گنگرو، جیالال تعمیری، علی محمد گنائی، محمد سلطان درزی، محمد اسماعیل، حکیم غلام قادر، میر عبدالعزیز، اللہ دتہ خان اور عبدالغنی نیگرو شامل تھے۔

گرفتاریوں کا سلسلہ دراز ہو گیا۔ نیشنل کانفرنس کی ساکھ جو عوام میں بری طرح متاثر ہوئی اور جس جماعت کو لوگ ووٹ دینا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے۔ اُس نے "کوئٹ کشمیر" کے نعرے سے نیا جنم لیا۔ شیخ عبداللہ کی گرفتاری اور اُن کے خلاف بغاوت کا مقدمہ اس جماعت کے لیے سونے پر سہاگہ ہوا۔

اس تحریک سے شہر کے ساتھ دیہات اور قصبہ جات میں ایک ہل چل پیدا ہو گئی۔ حکومت نے شہر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کیا لیکن عوامی اجتماعات نے اس دفعہ کی دھجیاں اُڑا دیں۔ حکومت نے فوج اور پولیس کو غیر انسانی حرکات پر عمل پیرا ہونے کی ڈھیل دے دی۔ پولیس اور فوج نے شہر اور قصبوں میں قہر و غضب کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ڈوگرہ فوج نے بغیر کسی امتیاز کے عام اور خاص، بوڑھوں اور بچوں کو شاہراہوں اور پلوں پر رینگتے ہوئے چلنے پر مجبور کیا۔ بعض فوجیوں نے رات کے اندھیرے اور دن کی روشنی میں دوکانوں کو لوٹنے اور جیب تلاشی کے بہانے نقدی چھیننے میں کوئی پس و پیش نہ کیا۔

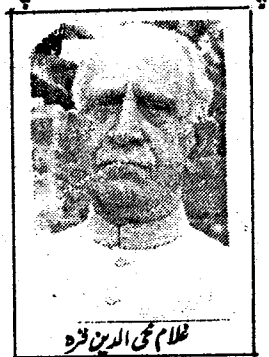
قید و بند کا بے دریغ استعمال ہوا، راہ گیروں کو لنگڑوں کی طرح ایک ٹانگ پر چل کر "مہاراجہ بہادر کی جے" کے نعرے دینے پڑے۔ معزز شہریوں کو رائفل کے ہانوں (بٹوں) سے مار کر انہیں سڑک پر جھکتے ہوئے چلنے کے لیے مجبور کیا گیا۔

استادوں، وکیلوں اور دوسرے آفیسروں تک کو سڑکیں صاف کرنے کے لیے دباؤ ڈالا گیا۔ ڈوگرہ شاہی کے اس قہر و غضب کو دیکھ کر سرینگر میں غلام محی الدین قرہ کی قیادت میں ایک خفیہ تنظیم قائم کی گئی اس کے ذمہ یہ کام سونپا گیا کہ وہ قابل اعتبار

اور سیاسی طور پر پختہ اور سمجھدار ورکروں سے رابطہ قائم کر کے انقلابی مہم کو چلا کر ایوان حکومت کو ہلا کر رکھ دیں۔ خفیہ تنظیم کے ذریعے پمفلٹ اور اشتہارات کی طباعت اور تقسیم کا کام انجام دینے کے ساتھ خفیہ میٹنگوں اور اجلاسوں کا سلسلہ بھی جاری رکھا گیا ڈکٹیٹروں کے ذریعے تحریک کو زندہ رکھا گیا۔

غلام محی الدین قرہ کی سرگرمیوں سے خوف کھا کر حکومت کو انہیں گرفتاری کے سلسلے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ غلام محی الدین قرہ اور سلہ غلہ دار مفرور مجرم قرار دئے گئے۔ سلہ غلہ دار کو گرفتار کیا گیا تو انہوں نے کمرہ عدالت میں "شیر کشمیر زندہ باد" "کشمیر کو چھوڑ دو" کے نعرے لگائے جس پر انہیں دو سال قید با مشقت کی سزا سنائی گئی۔

غلام محی الدین قرہ انڈر گراؤنڈ تحریک چلانے لگے۔ وہ مختلف روپ بدل کر نمودار ہوتے اور پھر غائب ہوتے۔ انڈر گراؤنڈ تحریک میں انہوں نے ڈوگرہ حکومت کو سخت پریشان کر دیا۔ قرہ صاحب کی انڈر گراؤنڈ تحریک کے دوران غلام محمد مگن ورکروں کو مختلف کام پر لگا کر تحریک کی آبیاری کر رہے تھے۔ اس دوران انہوں نے غلام محمد شاہ کو شالہ ٹینگ پل کو جلانے کے لیے دو کنستر تیل خاکی کے دئے۔ قبل اس کے کہ وہ شالہ ٹینگ پل کو جلاتے ایک شرط کو پورا کرنے کے لیے علی شاہ سے اجازت لے کر غلہ شاہ کو گرفتاری کے لیے راضی کر لیا گیا۔ کوئٹ کشمیر کی اس تحریک میں، سیکڑوں لوگ گرفتار کر لیے گئے۔ انہیں سرینگر کے علاوہ علاقہ جموں کے مختلف جیلوں میں نظر بند کیا گیا۔


غلام محی الدین قرہ

شیخ محمد عبداللہ، مرزا افضل بیگ، میر واعظ غلام نبی ہمدانی، ماسٹر عبدالعزیز، پنڈت کیشپ بندھو، شیخ محمد اکبر، غلام نبی وکیل، پنڈت درگا پرشاد در، پیر افضل مخدومی پروفیسر شنگلو، پنڈت جانکی ناتھ زتشی، شیام لال صراف، محمد عمر بٹ، عبدالغنی ترالی، مولانا محمد سعید مسعودی، چوہدری محمد شفیع، پنڈت سروپ ناتھ، صوفی محمد اکبر، حاجی غلام محمد

میر غلام حسن وکیل، بخشی عبدالمجید، محمد امین وکیل، حکیم غلام محی الدین، نورالدین بانڈے پمان ناتھ جلالی، غلام محی الدین ہمدانی، عبدالمجید بانڈے، پیر عبدالاحد شاہ، عبدالکریم خاں جیل بابا، غلام قادر ہوا باز، کامریڈ محمد یوسف ڈار، غلام محی الدین نور، ینگ عبداللہ، شمس الدین، غلام حسن، جیالال تعمیری، مختار احمد کلو، نرنجن ناتھ ریہ، ماسٹر ولی محمد ملک، حکیم محمد سلطان، سومیشور کول، گیانی سنت سنگھ، سردار بدھ سنگھ، صدرالدین، غلام محمد شاہ، محمد مقبول شیروانی، عبدالغفار، میر غلام محمد غوری، محمد سبحان بٹ، قاضی سیف الدین، عمہ نیکو، غلام نبی ٹاک، منشی محمد اسحٰق، محمد اسماعیل ساغر، مختار احمد، احمد دین باغبانی اور دوسرے قیدیوں کو سرینگر سنٹرل جیل میں رکھا گیا۔ جیل کے ناقص نظم ونسق کے خلاف ان قیدیوں نے بھوک ہڑتال کا اعلان کیا۔ چنانچہ ۲۸ فروری ۱۹۴۶ء کو اس پر باضابطہ عمل بھی کیا گیا۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے جیل حکام نے قیدیوں کو مختلف جیلوں میں منتقل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ان کے علاوہ جن اشخاص نے تحریک میں بھرپور ساتھ دیا۔ ڈوگرہ شاہی کے جور و ظلم سہتے جیل گئے ان کی فہرست بہت لمبی ہے اس بارے میں ہمیں جو نام دستیاب ہو سکے ہیں ان کو ہم یہاں درج کر کے تاریخ میں زندہ جاوید کر رہے ہیں۔

خواجہ شمس الدین (سابقہ وزیر اعظم)، حسام الدین بانڈے، میر غلام محمد راجپوری، اسداللہ باغبانی، غلام قادر جانباز، غلام حسن کرمانی، غلام رسول کار، عبدالرشید قرہ، عبدالمجید قرہ، سری کنٹھ ریہ، شیخ عبدالرشید، غازی عبدالرحمان، عبدالقدوس، میجر محمد افضل، غلام محمد سالار، محمود الحسن قریشی، محمد سعید قریشی، غازی عبدالرحیم، محمد یوسف ڈار، حکیم علی، علی محمد کوزگر، محمد یاسین، عبدالعزیز شورہ، کرشن دیو سیٹھی، عبدالغنی نمتہ ہالی، احد صوفی، سیف الدین مخدومی، مہندر ناتھ سروپ، آیچ۔ این نہرو، محمد یوسف صراف، غلام محمد مسعودی، محمد انور خان، ملک عبدالغنی، ملک غلام محمد وکیل، امکار ناتھ در، موہن لال ایہ، برج موہن کول، عبدالغنی لون، محمد افضل جلالی، پیارے لال کارہلو، غلام نبی سوگامی، خواجہ علی محمد بٹ، محمد سلطان وانی، پیرزادہ طیب شاہ، جلال الدین قریشی، غلام نبی زرز، غلام محمد بیگ (لون بیگ)، ٹھاکر کرتار سنگھ، غلام قادر بٹ، غلام حسن خان، بشیر احمد درانی، جانکی ناتھ کمرو، محمد اسماعیل بٹ، عبدالعزیز فاضلی، غلام حسن وانی، غلام قادر ناڈچو

محمد امین، علی محمد طارق، علی محمد ناڈچو، حکیم علی ملہ، عبدالاحد، غلام قادر خان (زمانہ)، غلام حسن بخشی، عبدالرشید بخشی، محمد یوسف پرزہ گر، غلام رسول میر، محمد سلطان بخار، غلام محی الدین بہورو، احمد علی، محمد عبداللہ درزی، غلام محمد بٹ، پیر عبدالعزیز، عبدالخالق رینزو، پیر عبدالاحد شاہ، پیر غیاث الدین، علی محمد بٹ، محمد رجب آہنگر، ملہ صمد، غلام محی الدین نتھم، پیرزادہ غلام نبی، غلام احمد بیگ، محمد سبحان کھانڈے، محمد سلیمان خاں، عبدالصمد بٹ بزرو، عزیز راتھر، عبدالرحمان شاہ، منور صوفی، رحیم نٹرو، خالق ریشی، غلام محمد بٹ (چری بڈہ)، غلام حسن گیلانی، نورالدین دلال، سرور شاہ، عبدالستار رنجور، عبدالاحد، نرنجن ناتھ ریہ، کاشی ناتھ ایہ، کامریڈ ترلوک چند، سرداری لال مہاجن، ماسٹر روشن لال، نذیر حسین سمنانی کامریڈ امرناتھ، مستری محمد شفیع، صوفی غلام احمد، شنبھو لال، بیج ناتھ، دینو بھائی، شعبان گاڑہ، عبدالاحد گنگرو، محمد عبداللہ شاعر، علی محمد گنائی، محمد سلطان درزی، محمد اسماعیل پیر حفیظ اللہ مخدومی، نورالدین درزی، غلام رسول بزاز، غلام احمد زرگر، محمد عبداللہ لون حکیم حبیب اللہ، عمہ کلو، رزاق صوفی، قادر مسالہ، احمد منشی، جیا ربٹ، عبدالسلام درزی غلام رسول بزاز، عبدالرحمان مسگر، عبدالاحد بٹ، بشیر درانی، غلام محمد بٹ، نورالدین درزی، محمد سلطان راتھر، عبدالخالق ماگرے، عبدالوہاب میر، ثناء اللہ شیخ، غلام محمد بٹ، محی الدین اندرابی، امیر اللہ خاں، مفتی جلال الدین، حکیم محی الدین، عبدالرحیم راتھر، مبارک شاہ، علی شاہ، عبدالجبار، عبدالغفار، علی محمد طارق، اسداللہ میر اور علی محمد نجار۔

اس فہرست میں وہی نام درج کیے گئے ہیں جن کا ذکر پہلے کہیں نہیں آیا ہے۔ جن کا ذکر پہلے ابواب میں آیا ہے ان کو طوالت کی بنا پر یہاں درج نہیں کیا گیا۔ میں نے انتہائی کوشش کی کہ کوئی نام رہ نہ جائے اس کے باوجود بھی اگر کوئی مجاہد رہ گیا ہوگا تو اسے دانستہ نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔

پنجاب کے مسلم اکابرین مولانا ظفر علی خاں، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، غلام رسول مہر، عبدالمجید سالک، ابوالاثر حفیظ جالندھری، آغا شورش کشمیری، اور سید محسن شاہ نے اپنے احتجاجی مراسلوں اور مقالوں کے ذریعے حکومت کشمیر کو اس حرکت پر آڑے ہاتھوں لیا۔

شیخ عبداللہ کی گرفتاری پر جواہر لال نہرو نے مہاراجہ ہری سنگھ کو ایک احتجاجی مراسلہ لکھا، قائداعظم محمد علی جناح نے ان کی گرفتاری پر سخت افسوس کا اظہار کرتے

ہوئے فرمایا۔

"اس وقت جبکہ کشمیر کی دو حریف جماعتوں کے درمیان صلح صفائی ہو رہی تھی، شیخ عبداللہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ جو افسوسناک بات ہے۔"

(پاکستان کے ساتھ الحاق کے بارے میں ایک خفیہ معاہدہ ہو رہا تھا۔)

۵ جون کو محمد علی جناح کی طرف سے میاں تاج الدین اور جواہر لال نہرو کی طرف سے دوارکا ناتھ کاچرو یہاں آ گئے۔ دونوں نے جیل کے حکام کے پاس شیخ صاحب سے ملاقات کی درخواست دی، شیخ عبداللہ کے پاس جب یہ دونوں درخواستیں پہنچی تو انہوں نے صرف پنڈت نہرو کے ایلچی دوارکا ناتھ کاچرو کو ملاقات کا اذن دیا۔ تاج الدین ناامید ہو کر واپس چلا آیا۔

دوران ملاقات دوارکا ناتھ نے شیخ عبداللہ کو پنڈت نہرو کا ایک خط لوٹا دیا۔ پنڈت نہرو نے پنڈت دوارکا ناتھ کاچرو سے شیخ عبداللہ کا جواب پاکران کے مقدمے کی پیروی کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ مہاراجہ ہری سنگھ نے پنڈت نہرو کو یہاں آنے سے منع کیا، پنڈت جی سخت ناراض ہو گئے۔ وہ اپنے ہمراہ بلدیو سہائے، آصف علی اور دیوان چمن لال کو لے کر سرینگر کی طرف روانہ ہو گئے۔

کوہالہ کے پاس پنڈت جی کو روک دیا گیا۔ جواہر لال نہرو مشتعل ہو گئے۔ دومیل پہنچ کر انہیں گرفتار کر لیا گیا، مہاتما گاندھی اور سردار پٹیل کی مداخلت سے پنڈت نہرو سرینگر آنے کے بجائے واپس دہلی چلے گئے۔ انہوں نے کشمیر آنے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔

اسی دوران خان عبدالغفار خاں یہاں آ گئے انہوں نے مہاراجہ کو پنڈت نہرو کی آمد کے لیے راضی کر لیا چنانچہ ۲۴ جولائی کو پنڈت جی بذات خود یہاں آ گئے۔


شیخ عبداللہ، جواہر لال نہرو

اُن کی آمد پر لال چوک میں "کشمیر چھوڑ دو" کے نعرے بلند ہوئے۔

پنڈت نہرو نے جیل میں دوبار شیخ صاحب کے ساتھ ملاقات کی اور دونوں بار پنڈت جی بیگم عبداللہ

سے ملے۔

شیخ صاحب کے خلاف مقدمہ بغاوت کی تیاری شروع ہو گئی تو حکومت کی طرف سے اس مقدمہ میں چیف پراسیکوٹر ایک نامور وکیل مسٹر سیٹھی مقرر ہوئے اُن کے ساتھ پنڈت مدسودھن کاک بطور معاون پراسیکوٹر رہے۔ پنڈت جیالال کلم نے شیخ عبداللہ کی طرف سے وکالت نامہ پیش کیا، جیالال کلم کے علاوہ مسٹر سہائے، دیوان چمن لال اور مسٹر آصف علی وکیل صفائی کے طور پر پیش ہوئے، ان وکلاء کا ہاتھ بٹانے میں مسز فرخ ابادی پیش پیش تھی۔

کئی الزامات میں ملوث ہونے کے ناطے وزیر اعظم رام چند کاک نے شیخ محمد عبداللہ پر مقدمہ چلانے کے لیے مہاراجہ سے رجوع کیا۔

آرڈر نمبر ۳۳۶ - ۱۹۴۶

مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۴۶

زیر دفعہ ۱۹۶ کریمنل پینل کوڈ اس امر کی منظوری دی جاتی ہے کہ مسٹر ایس۔ ایم عبداللہ کے خلاف اُس کے اُن تقاریر کی بناء پر جو انہوں نے ۱۳ مئی، ۱۴ مئی اور ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کو بمقام میر محلہ، زیارت خواجہ صاحب نوشہرہ اور سائیسمہ میں علی الترتیب کی ہیں۔ زیر دفعہ ۱۲۴ (الف) رنبیر پینل کوڈ مقدمہ چلایا جائے۔ مزید ہدایت کی جاتی ہیں کہ سپرانٹینڈنٹ پولیس سرینگر سیشن جج کشمیر کی عدالت میں متذکرہ الزامات سے متعلق استغاثہ دائر کرے اور متذکرہ صدر تقاریر کی نقول شامل استغاثہ رکھے۔

تصدیق کی جاتی ہے
دستخط۔ ہری سنگھ
ہز ہائی نیس مہاراجہ جموں و کشمیر

حکم بہ اجازت کونسل
دستخط۔ رام چند کاک
وزیر اعظم

ان تقاریر جو مختلف اوقات اور مختلف مقامات جن کا ذکر اُپر آچکا ہے ان کا ماحصل یہ تھا۔

"دُنیا کا سیاسی نقشہ بڑی تیزی سے بدل رہا ہے۔ آج کی دنیا میں جبکہ کسان اور مزدور ایک منظم قوت کی صورت میں اُبھر رہے ہیں اور اُن کی

دل آزاری کی آماجگاہ سے سرشار ہیں راجوں اور نوابوں کے لیے گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔ یہ بات شک و شبہہ سے بالاتر ہے کہ اقتدار اعلیٰ کے مالک عوام ہیں۔ میں برطانوی حکومت، انڈین نیشنل کانگریس اور مسٹر جناح کو خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی سازش کے تحت ہندوستانی ریاست کے چالیس لاکھ غریب اور مظلوم عوام کو آزادی کا حق نہیں دیا گیا تو میں اپنا علم بغاوت بلند کروں گا۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ اگر ریاستی عوام کا حق تسلیم نہیں کیا گیا تو اس صورت میں ہندوستان کی آزادی ناممکن ہوگی اور برطانوی حکمران کو امن و سکون نصیب نہ ہوگا۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا جب مہاتما گاندھی کو برطانوی سامراج نے اس لیے قید کر لیا کہ انہوں نے "ہندوستان چھوڑ دو" کا نعرہ لگایا لیکن اب ہم نے آزادی یا موت کا نعرہ بلند کیا ہے۔"

بغاوت کے اس مقدمہ کے سلسلے میں اس کی سماعت بادامی باغ چھاؤنی کی ایک بلڈنگ ہال میں ہوئی لالہ برکت رائے بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی مقدمہ کی سماعت کے لیے پریزائڈنگ آفیسر مقرر ہوئے وزیر سروپ چند سپرنٹنڈنٹ پولیس نے عدالت میں مقدمہ پیش کیا۔ پنڈت مدسودھن کاک کی نگرانی میں دیگر پراسی کیوٹر حکومت کی طرف سے مقدمے کی پیروی کرنے لگے۔

انڈین نیشنل کانگریس نے شیخ عبداللہ کے دفاع میں ہندوستان کے نامور وکلاء میں سے بیرسٹر آصف علی، بیرسٹر شری سہائے، شری اوناش ٹنڈن بار ایٹ لا بھیجدئے ان کی مدد کے لیے مقامی طور پر پنڈت جیا لال کلم، مسٹر عبداللطیف مسٹر رگناتھ کول اور دوسرے وکلاء صفائی کے طور پر پیش ہوئے۔

اس بارے میں مسلم لیگ اور محمد علی جناح کی پیش کش شیخ صاحب نے مسترد کر دی۔

۳ اگست ۱۹۴۶ء کو شیخ صاحب نے اپنے بیان صفائی میں عدالت کے سامنے فرمایا۔

"یہ ایک معمولی بات ہے کہ مجھے سزا دی جا رہی ہے یا مجھ پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے مگر یہ معمولی بات نہیں کہ ریاست جموں و کشمیر کے لوگ مفلسی اور غربت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کی توہین کیجا رہی ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ گزشتہ دو ماہ کے دوران لوگوں پر جبر و تشدد کیا گیا اور کیا جا رہا ہے۔ انہی واقعات

نے "کشمیر چھوڑ دو" کی مانگ کو درست ثابت کر دیا ..... ہمیں مستقبل کی فکر دامن گیر ہے جس کے لیے ہم جدوجہد کر رہے ہیں ایک ایسا مستقبل جو ہم سب کا میراث ہو جس میں ہم سب آزاد ہندوستان کے ساتھ وابستہ ہو کر آزاد لوگوں کی طرح زندگی بسر کر سکیں اور اپنے خوابوں کا "نیا کشمیر" تعمیر کریں۔

تب ہی ہم اس سرزمین میں رہنے کا حق رکھتے ہیں۔"

اپنے مقدمے کی پیروی کے دوران شیخ عبداللہ نے اپنے اندر کا یہ راز افشا کر ہی دیا کہ کشمیر کو ہمیں ہندوستان کے ساتھ وابستہ کرنا ہے اور اس کے لیے ہم نے پہلے ہی ایک لائحہ عمل مرتب کیا ہے۔

تقسیم ملک سے پہلے ہی ہندوستان کے ساتھ کشمیر کو وابستہ کرنے کا بھارتی لیڈروں کے ساتھ ان کے خفیہ معاہدہ کا یہ برملا اظہار بھی تھا۔

اس اظہار نے کانگریس کو اُن کی فتح کا مژدہ سُنایا تو وہ مقدمہ کی کاروائی میں تن من اور دھن سے شامل ہونے کے لیے کشمیر کا رخ کرنے لگے۔

نامزد وزیر اعظم جوہر لال نہرو مہاتما گاندھی اور مولانا آزاد کی مخالفت کے باوجود شیخ صاحب کی پیروی میں یہاں آنے لگے تو گورنر مہاراج کرشن وزر نے انہیں کوہالہ پل پر روک دیا پنڈت نہرو رکاوٹ توڑ کر پیش قدمی کرنے لگے تو انہیں دوسرے پڑاؤ پر گرفتار کر لیا گیا۔ پنڈت نہرو کے خلاف سرینگر کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا گیا۔

کوہالہ پل پر پنڈت جواہر لال نہرو کا مظاہرہ کرنے کے لیے جہاں حکومت نے جموں سے کرایہ کے آدمی بھیجے تھے وہاں نیشنل کانفرنس نے ان کا استقبال کرنے کے لیے جوشیلے نوجوانوں کا ایک گروپ وہاں روانہ کیا اس گروپ کی قیادت محمد جمال آخون مدین صاحب کر رہے تھے۔ ان کے ہمراہ جو دوسرے اصحاب تھے ان میں ..... سخی ولایت ناؤپورہ غلام حسن مٹھوکر، سید حسین معرکہ دار، افضل جلالی ڈوڈی پورہ، امیر الدین چھینٹ ساز اسلام پورہ، سید محمد صورہ ٹینگ، غلام نبی شاہ حکیم، محمد امین، محمد صفدر عبدالاحد میر اور پیر محمد امین شامل تھے۔ ان سبھی افراد کو کوہالہ پل پہنچنے سے پہلے ہی گرفتار کر لیا گیا۔ اور پنڈت نہرو کی دہلی کی واپسی پل نہیں رہا گیا۔

جموں کے سرکاری کرایہ داروں نے پنڈت نہرو کا سیاہ جھنڈیوں سے مظاہرہ

کیا اور پنڈت نہرو گو بیک کے نعرے لگائے۔

پنڈت نہرو اس بار واپس گئے لیکن اگلی بار آکر وہ بذات خود شیخ صاحب کے مقدمے کی پیروی میں شامل ہو گئے۔

مقدمہ کی کاروائی مکمل ہونے پر لالہ برکت رائے سیشن جج نے اس مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

"دفعہ ۱۲۴ (الف) آر۔ پی۔ سی۔ کے تحت تینوں تقاریر میں جرم ثابت ہو گیا ہے۔ متذکرہ بالا دفعہ کے تحت اس کو سزا دی جاتی ہے اور ہر جرم کے لیے تین سال کی قید محض اور پانچ سو روپے جرمانے کی سزا دی جاتی ہے اور ہر جرم کے لیے تین ماہ کی مزید قید کی سزا کاٹنا ہو گی، یہ تمام سزائیں ایک ساتھ شروع ہوں گی۔"

فیصلہ سیشن جج کی طرف سے۔ ۱۷ ستمبر کو سنایا گیا۔

دستخط

پورے ۱۵ روز بعد ۲ ستمبر کو پنڈت جواہر لال نہرو نے شیخ عبداللہ کے بیانات جو انہوں نے سیشن جج کورٹ میں دیئے تھے۔ ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع کئے۔ اس پمفلٹ کا دیباچہ پنڈت جی نے خود لکھا، ملاحظہ ہو۔

یہ کہنا زیادہ درست ہو گا کہ دراصل یہ عوام کے سامنے ریاستی حکام کا مقدمہ تھا۔ جنہیں (حکام) نے ایک عظیم تحریک کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی یہ قابل غور ہے کہ وہ لوگ جو اقتدار میں ہیں کس طرح تاریخ کے سبق کو بھول گئے اب وہ موجودہ واقعات کو بھی سمجھ نہیں پائیں گے۔ اب جبکہ ہندوستان کو آزادی ملنے والی ہے کشمیر کے حکمران اس حقیقت سے آنکھیں چرا رہے ہیں۔ حقیقی عوامی تحریک کو کبھی دبایا نہیں جا سکتا خاص کر جبکہ ہندوستان میں غیر ملکی تسلط کا خاتمہ کیا جا رہا ہے۔ کشمیر کے حالیہ واقعات نے ملک گیر اہمیت حاصل کی ہے اور شیخ عبداللہ کا مقدمہ خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس مقدمے کی کاروائی شائع کی جا رہی ہے۔ کیونکہ اس سے عوام کے سامنے نئے حقائق آئیں گے اور انہیں یہ سمجھنے میں مدد ملے گی

کشمیر میں کیا ہو رہا ہے۔

ریاست کی مسلح افواج کے خلاف اس مجاہدانہ تحریک کی داستان اس مقدمہ سے ختم نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ داستان اس وقت تک جاری رہے گی جب تک اپنے منطقی نتیجے کو نہیں پہنچے گی بہ الفاظ دیگر جب ایک آزاد خود مختار ہندوستان کے ساتھ کشمیر کو بھی آزادی حاصل ہو گی، اس وقت جبکہ شیخ عبداللہ اور اُن کے دیگر ساتھی مقید ہیں ہم انہیں مبارکباد دیتے ہیں۔"

شیخ عبداللہ کے ساتھ بغاوت کے جو دوسرے مقدمے درج کیے گئے تھے۔ اُن میں مولانا محمد سعید مسعودی اور سردار بدھ سنگھ ملوث تھے۔

سردار بدھ سنگھ نے ۱۹ مئی کو چھٹی پادشاہی سرینگر کے گردوارہ میں ایک سکھ دیوان سے خطاب کے دوران قابل اعتراض تقریر کی تھی۔ انہیں ڈیڑھ سال کی قید محض کی سزا سنائی گئی۔ انہیں اسپیشل مجسٹریٹ ملک راج نے یہ سزا سنائی۔

دوسرے مقدمے میں مولانا مسعودی کے ساتھ غلام محمد بٹ ولد جمال بٹ ساکنہ درگن اور حکیم قاسم علی ساکنہ بابو پورہ پر "کویٹ کشمیر" کا نعرہ لگانے کا الزام تھا۔ مولانا مسعودی جو نیشنل کانفرنس کے جنرل سیکرٹری تھے انہوں نے عدالت میں اپنا جرم قبول کر لیا۔

شیخ عبداللہ کی رہائی کے لیے کانگریس نے حکمت عملی طے کر لیں تاکہ وہ کسی نہ کسی طرح جیل سے باہر رہیں اور وقت ضرورت ان کے کام آسکیں۔

جو لوگ حالات سے بخوبی واقف تھے وہ جانتے تھے شیخ محمد عبداللہ نے "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ دے کر انتہا درجے کی کاروائی کی یہ مہاراجہ کی ضد اور ہٹ کے خلاف ان کی شدید ناراضگی کا موثر جواب تھا۔ ورنہ شیخ صاحب اس حد تک نہیں جا سکتے۔ مہاراجہ ہری سنگھ اور شیخ محمد عبداللہ کے درمیان کانگریس کی درمیانداری سے ایک خفیہ بات چیت ہو رہی تھی۔ تاکہ شیخ عبداللہ کو ریاست کا وزیر اعظم بنایا جا سکے۔ شیخ محمد عبداللہ ڈوگرہ وزارت میں آنے کے صلے میں تحریک سے دستبردار ہونے کے لیے تیار تھے۔ ان کی یہ شرط تھی کہ انہیں رام چند کاک کی جگہ وزیر اعظم بنایا جائے جبکہ مہاراجہ ہری سنگھ انہیں ڈپٹی وزیر اعظم کا عہدہ دے رہے تھے۔ اسی

بات پر معاملہ اٹک گیا۔ اور شیخ صاحب کو انتہا تک جانا پڑا۔

کانگریس کے رہنما چاہتے بھی یہی تھے کہ شیخ عبداللہ کو وزیر اعظم کا عہدہ ملے لیکن مہاراجہ یہ عہدہ دینے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔

اقتدار کی اس لڑائی نے آخر کوئیٹ کشمیر کی صورت اختیار کر لی۔

مہاراجہ ہری سنگھ کی حکومت میں وزیر اعظمی کے عہدے کے عوض تحریک سے دستبرداری اور سیاست سے کنارہ کشی کا فارمولہ طے ہو چکا تھا لیکن عین موقع پر مہاراجہ ہری سنگھ نے وزیر اعظم کے بجائے ڈپٹی وزیر اعظم کا عہدہ دینے کی تجویز رکھ کر شیخ عبداللہ کو سخت مشتعل کر دیا جس سے معاملہ الجھ گیا۔ بجائے اس کے کہ کانگریس کے صدر مسٹر اچاریہ کرپلانی مہاراجہ ہری سنگھ سے باز پرس کرتے کہ وہ اپنے وعدے سے کیوں ہٹ گئے انہوں نے شیخ عبداللہ پر الزام لگایا اور شیخ عبداللہ کی "کوئٹ کشمیر" تحریک کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا۔

"شیخ صاحب وعدہ خلافی کے مرتکب ہوئے ہیں کیونکہ وہ مہاراجہ ہری سنگھ کی کیبنٹ میں بحیثیت وزیر اعظم کا عہدہ قبول کرنے پر راضی ہو گئے تھے اور مہاراجہ نے بھی اس کی منظوری دی تھی۔ تمام باتیں طے ہونے کے بعد "کوئٹ کشمیر" کا مطالبہ انہیں زیب نہیں دیتا۔"

(رپورٹ برصغیر کی تقسیم)

آچاریہ کرپلانی اس کارروائی کی سخت نوش لیتے اگر مقدمہ کی کارروائی کے دوران شیخ عبداللہ نے ہندوستان کے ساتھ وابستہ ہونے کا اظہار نہ کیا ہوتا۔ آچاریہ کرپلانی نے مہاراجہ ہری سنگھ کے بجائے شیخ عبداللہ سے جو شکوہ کیا وہ اس ناکام سمجھوتے جسے ایک خفیہ سازش بھی کہا جا سکتا ہے۔ اسے افشا کر کے ہی چھوڑ دیا۔ شیخ عبداللہ کی اقتدار کی ہوس تاریخ میں ثبت ہو چکی ہوتی اگر مہاراجہ ہری سنگھ اپنی ضد چھوڑ گئے ہوتے۔ مہاراجہ کی ضد نے کشمیری عوام کے رہنما کی لاج رکھ دی ورنہ وہ بہت پہلے اپنے اصلی روپ میں عوام کے سامنے آ چکے ہوتے۔

ڈپٹی وزیر اعظم کا عہدہ نامنظور ہو کر مہاراجہ ہری سنگھ نے شیخ صاحب کی جگہ اس عہدہ پر رام لال بترہ کو مقرر کیا۔ اس کارروائی سے شیخ محمد عبداللہ کو وزارت میں لینے کا

کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

"کشمیر چھوڑ دو تحریک" میں ریاستی عوام زبردست دھوکہ کھا گئے۔ اس سلسلے میں اپنے رہنما شیر کشمیر کی تقریریں عوام کو دھوکہ دینے کا باعث بن گئیں۔ شیخ صاحب اپنی تقریروں میں مہاراجہ ہری سنگھ کو کشمیر چھوڑ دینے کے لیے للکار رہے تھے حالانکہ حقیقت میں وہ مہاراجہ سے وزارت کا عہدہ مانگ رہے تھے۔ اگر کانگریس کے صدر آچاریہ کرپلانی اس راز کا افشا نہ کرتے، تو تاریخ میں یہ غلط فہمی ہمیشہ برقرار رہتی۔

"کشمیر چھوڑ دو" تحریک کے دوران ۹ نومبر ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سطح پر "کشمیر ڈے" جسے عبداللہ ڈے کا نام بھی دیا گیا۔ منانے کا فیصلہ لیا گیا۔ سرینگر میں مقیم جے پرکاش نرائن کی ہدایت پر وادی کے طلباء نے اس روز جلسے اور جلوس کا پروگرام بنایا حکومت نے ان جلسے جلوسوں کو روکنے کے لیے شہر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کیا لیکن طلباء نے نہ صرف جلوس نکال کر حکومت کے خلاف نعرے لگائے بلکہ جگہ جگہ پٹاخے بھی چھوڑے دو سو کے قریب طلباء گرفتار کیے گئے۔ ان میں بیشتر کو عدالت کے ذریعے قید اور جرمانے کی سزا ہوئی، کئی لڑکوں کا مستقبل داؤ پر لگ گیا۔



کوٹ کشمیر کے دوران شیخ صاحب کے دفاع میں آنے والوں کا گروپ فوٹو۔

ہر چارہ گر کو چارہ گری سے گریز تھا
ورنہ ہمیں جو دکھ تھے بہت لادوا نہ تھے

ڈوگرہ راج کا آخری اسمبلی انتخاب

مہاراجہ نے ۲۸ نومبر ۱۹۴۶ء کو کشمیر اسمبلی کے لیے انتخابات کا اعلان کیا۔ ۳ر اور ۴ر جنوری ۱۹۴۷ء کے دن ووٹ ڈالنے کے لیے مقرر ہوئے اس اعلان کے ساتھ ہی سیاسی جماعتوں اور آزاد امیدواروں نے جگہ جگہ الیکشن کمیٹیاں قائم کر کے الیکشن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کیا، بخشی غلام محمد اور غلام محمد صادق جو لاہور میں مقیم تھے۔ کئی مٹنگوں کے بعد الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔ انہوں نے نیشنل کانفرنس کے قائمقام سیکرٹری لالہ بنسی لال صوری کو ہدایت بھیجدی کہ ریاستی اسمبلی کے تمام حلقہ ہائے انتخاب میں اپنے امیدوار کھڑا کر کے ہر ایک نشست کا مقابلہ کرے۔ نیشنل کانفرنس نے ہر حلقہ انتخاب کے لیے کاغذات نامزدگی داخل کیے ان میں نظر بند قیدی بھی شامل تھے۔ نیشنل کانفرنس کے ساتھ ساتھ مسلم کانفرنس نے بھی بیشتر حلقوں میں اپنے امیدوار کھڑا کیے۔ مسلم کانفرنس دو حصّوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک جماعت کی قیادت چوہدری حمید اللہ اور دوسرے کی مولوی یوسف شاہ کر رہے تھے۔ ان دونوں میں کاغذات نامزدگی کے لیے ممبران کے انتخاب میں ٹھن گئی۔ مسلم کانفرنس کی دو جماعتوں کے ساتھ نیشنل کانفرنس بھی انتخابی میدان میں برسرپیکار تھی۔ ان جماعتوں کے انتشار کا یہ عالم تھا کہ ایک جماعت نے جن امیدواروں کے ناموں کا اعلان کیا اُن میں کئی نام دوسری پارٹی کی لسٹ میں درج تھے۔ بعض نامزد ممبروں نے اس پارٹی کے ساتھ وابستہ ہونے سے انکار کیا جس پارٹی نے ان کا نام تجویز کیا تھا۔ نتیجہ کے طور پر کاغذات

نامزدگی کی چھان بین کے روز ریٹیرنگ آفیسروں کے دفتروں میں ایسا دنگا فساد ہوا کہ کئی ممبران کے کاغذات پھاڑے گئے اور اس کشمکش میں نیشنل کانفرنس اور مسلم کانفرنس کے کئی ممبران کے کاغذات نامزدگی روکے گئے۔

۳ اور ۴ جنوری کو ووٹ ڈالے گئے۔ ووٹوں کی گنتی شروع ہوگئی۔ تو ۱۲ نشستوں میں سے مسلم کانفرنس نے ۱۵ پر قبضہ کرکے نیشنل کانفرنس کو شکست سے دوچار کردیا انتخابات کے نتائج نے نیشنل کانفرنس کی لیڈرشپ کی ساکھ بُری طرح خراب کردی اور انہیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑا مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کی اکثریت ان کا ساتھ نہیں دے رہی ہے۔

اس الیکشن میں جو ممبران الیکشن جیت کر آئے ان میں

مسلم حلقہ انتخاب	نام ممبر
۱۔ جموں شہر	چوہدری حمید اللہ خاں
۲۔ جموں مفصل	چوہدری غلام مصطفےٰ تور
۳۔ اودھم پور	ملک غلام محمد
۴۔ ریاسی	مرزا محمد حسین
۵۔ کٹھوعہ	چوہدری شہاب الدین
۶۔ میرپور کوٹلی	چوہدری محمد یوسف
۷۔ بھمبر	چوہدری خورشید احمد
۸۔ حویلی مینڈھر	سردار محمد یار خاں
۹۔ باغ سدھن وتی	سردار محمد ابراہیم خاں
۱۰۔ مظفرآباد	میاں احمد یار خاں
۱۱۔ امیرا کدل	غلام احمد
۱۲۔ رعناواری مہاراج گنج	حکیم محمد صادق
۱۳۔ فتح کدل ٹنکی پورہ	غلام نبی گلکار
۱۴۔ خانقاہ معلی	منشی علی محمد وکیل

۱۵۔ تاشوان	عبدالغنی
۱۶۔ اونتی پورہ	غلام محمد
۱۷۔ اسلام آباد	ملک غلام مصطفےٰ
۱۸۔ کولگام	مولوی محمد عبداللہ شاہ
۱۹۔ ہندوارہ	ایم حبیب اللہ
۲۰۔ بڈگام	صفدر علی
۲۱۔ بارہمولہ	عنایت اللہ ککرو

ہندو حلقہ انتخاب	نام ممبر
۱۔ جموں شہر شمالی	پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ
۲۔ جموں شہر جنوبی	لالہ گوپال دتہ مینگی
۳۔ جموں مفصل	کیپٹن گندھر سنگھ
۴۔ اودھمپور	ٹھاکر دھنتر سنگھ
۵۔ ریاسی وزارت	وزیر گنگا رام
۶۔ کٹھوعہ	لالہ ٹھاکر داس
۷۔ میرپور	چوہدری رام لال
۸۔ سرینگر جنوبی	پنڈت امرناتھ کاک
۹۔ سرینگر شمالی	پنڈت شیو نرائن فوطیدار
۱۰۔ کشمیری پنڈت	پنڈت جانکی ناتھ

سکھ حلقہ انتخاب	نام ممبر
۱۔ میرپور پونچھ	سردار کلیر سنگھ
۲۔ مغربی کشمیر	سردار بلدیو سنگھ

نہایت ہی قلیل ووٹروں کے حلقہ انتخاب میں کامیاب امیدوار

حلقہ انتخاب	نام ممبر
۱۔ تعظیمی سردار صوبہ جموں	کرنل سنسار سنگھ
۲۔ تعظیمی سردار صوبہ کشمیر	راؤ بہادر ٹھاکر کرتار سنگھ
۳۔ جاگیردارانہ صوبہ جموں	کیپٹن فضل الرحمٰن خاں
۴۔ جاگیردارانہ صوبہ کشمیر	پنڈت بلہ کاک در
۵۔ زمیندارانہ صوبہ جموں	چوہدری بیربل
۶۔ زمیندارانہ صوبہ کشمیر	پنڈت دینا ناتھ کلم
۷۔ پنشن یافتگان جموں وکشمیر	ٹھاکر حقیقت سنگھ جموال

ان ممبروں کے علاوہ مہاراجہ ہری سنگھ کی ہدایت ومنظوری سے وزیراعظم رام چندر کاک نے ۲۵ امیدواروں کو نامزد کیا۔

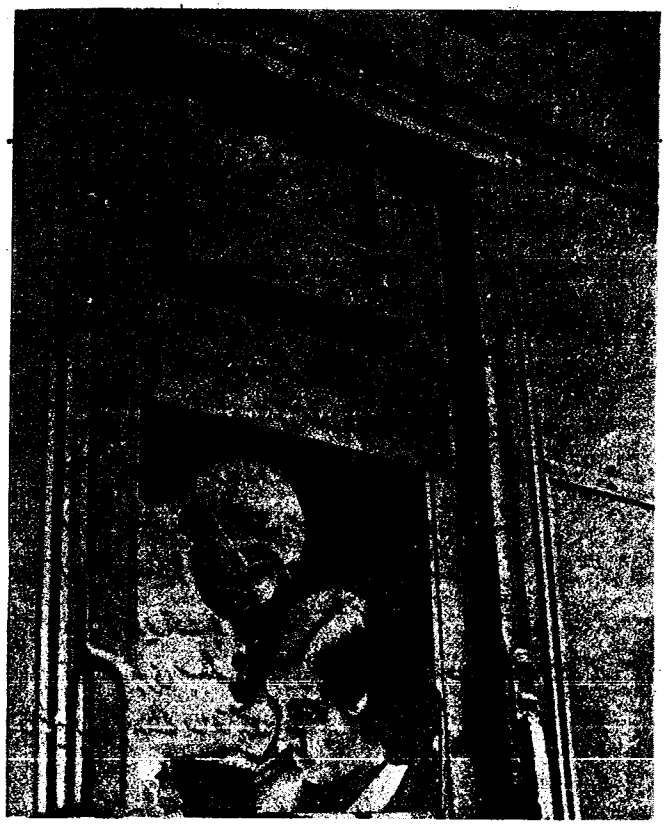
۱۔ یگبو فتح علی	اسکردو
۲۔ راجہ سلطان محمد	آستوری
۳۔ یگبو احمداللہ خاں	کرگل
۴۔ عزیز لاتھر	بارہمولہ
۵۔ عبدالاحد نشاطی	سرینگر
۶۔ میاں عبدالرشید	کرناہ
۷۔ کرنل عبدالرحمان	جموں
۸۔ میاں نظام الدین	کنگن
۹۔ محمد اقبال چاپری	سرینگر آبی
۱۰۔ راجہ کرم دار خاں	کوٹلی
۱۱۔ سید رسول شاہ جلالی	سرینگر
۱۲۔ شیخ عبدالحمید	جموں
۱۳۔ چوونگ رینچن	لہہ لداخ
۱۴۔ صونم ٹنزن	زانسکار لداخ

۱۵۔ بھادا بھوشن داس	کیرن جموں
۱۶۔ منگت رام	اودھمپور
۱۷۔ پنڈت بلہ بیرکول	چنہنی
۱۸۔ لالہ نانک چند	سرینگر
۱۹۔ لالہ شیونرائن نندہ	جموں
۲۰۔ پنڈت گنگا ناتھ مینگی	اودھمپور
۲۱۔ لالہ دینا ناتھ مہاجن	جموں
۲۲۔ پنڈت جنار دھن ٹینگ	سرینگر
۲۳۔ رام لال شاہ	مظفرآباد
۲۴۔ ٹھاکر پرتاپ سنگھ	جموں
۲۵۔ کیپٹن دیوی داس	ترال کھل پونچھ

پانچ نشستیں سرکاری آفیسروں سے لی گئیں۔ ان میں

۱۔ چیف سیکرٹری ٹو گورنمنٹ آف جموں وکشمیر
۲۔ اکاؤنٹنٹ جنرل گورنمنٹ آف جموں وکشمیر
۳۔ سیکرٹری ٹو گورنمنٹ ہوم ڈیپارٹمنٹ
۴۔ سیکرٹری ٹو گورنمنٹ ریونیو ڈیپارٹمنٹ
۵۔ وزیر آف پونچھ۔

مہاراجہ ہری سنگھ کی حکمرانی کی یہ اسمبلی صرف آٹھ نو مہینے چل سکی اس لیے کہ قبائلیوں کی آمد کے ساتھ ہی سب کچھ بدل گیا۔



مہاتما گاندھی کا کشمیر مشن
اندرا گاندھی ان کے ساتھ ہیں۔

باب ۳

کشمیر کی تحریک آزادی میں ایک نیا موڑ

ہم وفا پہ قائم ہیں وہ جفا پہ مستحکم
دل کو اس کشاکش میں کس طرح فراغ آئے

جُز

۱۔ مہاتما گاندھی کا کشمیر مشن ——— ۱۸۷
۲۔ شیخ محمد عبداللہ کی رہائی کی کے لئے
کانگریس کی حکمتِ عملی ——— ۱۹۹
۳۔ کشمیر اور پاکستان کا معاہدہ الحاق ——— ۲۱۵
۴۔ مہاراجہ ہری سنگھ کی آزادی
شیخ عبداللہ کی غلامی ——— ۲۲۱
۵۔ برصغیر کی تقسیم، پاکستان کا قیام
اور مسئلہ کشمیر کا جنم ——— ۲۳۵
۶۔ وائسرائے لارڈ مونٹ بیٹن کی سازش ——— ۲۴۵
۷۔ عارضی جمہوریہ حکومت کشمیر ——— ۲۶۳
۸۔ کشمیر پر حملہ کرنے کی شروعات
شیخ عبداللہ کی پریشانیاں ——— ۲۷۱

دنیائے محبت کی ہر چیز نرالی ہے
خاموش اشاروں پر بنیادِ تکلم ہے

مہاتما گاندھی کا کشمیر مشن


مہاتما گاندھی

عدالت کی طرف سے ۱۰ ستمبر ۱۹۴۶ء کو شیخ محمد عبداللہ کو تین سال کی قید اور پانچ سو روپے جرمانہ کی سزا سنائی گئی اور انہیں لے جاکر جموں کے قلعہ باہو میں قید کر لیا گیا۔

قلعہ باہو کی حالت دیکھ کر شیخ محمد عبداللہ نے یہاں بھوک ہڑتال کر لی، کیونکہ یہ ایک ویران سی جگہ تھی۔ ہر طرف انسانی قد کے برابر گھاس اُگی ہوئی تھی۔ بھڑوں کے چھتے ہر طرف موجود تھے زنبور دن بھر اپنی بھنبھناہٹ کا منحوس ساز بجاتے رہتے تھے۔ سانپ اور بچھو کچھ کم نہ تھے۔ یہ جگہ انسانی رہائش کے بالکل منافی تھی۔ جب شیخ صاحب نے اس ناقابلِ برداشت جگہ کے خلاف احتجاج کیا تو انہیں یہاں سے نکال کر ریاسی جیل میں منتقل کیا گیا۔ ریاسی جیل میں پہلے ہی سردار بدھ سنگھ، غلام نبی وکیل عرف بنہ جی اور پنڈت کیشپ بندھو لائے گئے تھے۔ ریاسی جیل بھی اپنی ویرانی کی منہ بولتی تصویر تھی۔ گرمی کے ایام میں یہاں رہنا مشکل تھا۔ چنانچہ ان قیدیوں کو بھدرواہ جیل لے جایا گیا۔ بھدرواہ جیل میں سردار بدھ سنگھ کے بجائے مرزا افضل بیگ شیخ صاحب کے ساتھ رہے۔

اسی دوران وائسرائے ہند لارڈ مونٹ بیٹن مہاراجہ ہری سنگھ کو بھارت کے ساتھ

ریاست کا الحاق کرنے کے لیے انہیں منانے یہاں آ گئے۔ ملاقات کے دوران لارڈ مونٹ بیٹن نے مہاراجہ کو ایک ڈویژن فوج مدد کے لیے بھیجنے کی پیش کش کی تاکہ پاکستان کوئی شرارت نہ کر سکے۔

مہاراجہ نے کل تک اس مسئلے کے بارے میں سوچنے کی مہلت مانگی، کل جب لارڈ مونٹ بیٹن دوبارہ مہاراجہ کے ہاں گئے انہوں نے پیٹ درد کا بہانہ کر کے ان سے ملنے سے انکار کیا۔

لارڈ مونٹ بیٹن سے قبل کانگریس پارٹی نے مہاراجہ ہری سنگھ کو بھارت کے ساتھ الحاق کرنے کے لیے منانے کے لیے مہاراجہ کپورتھلہ کو بھیجا تھا۔ وہ اپنے مشن میں ناکام ہوا تو مہاراجہ پٹیالہ بھیجا گیا اور اس کے بعد مہاراجہ فرید کوٹ کو بھی اس مشن پر روانہ کیا گیا۔ ان مہاراجوں کی مسئلہ الحاق پر مہاراجہ ہری سنگھ کے ساتھ بات ناکام رہی تو کانگریس کے صدر آچاریہ کرپلانی خود انہیں منانے کے لیے آ گئے۔ راجہ جی کے ناکام واپس لوٹنے کے بعد ہی لارڈ مونٹ بیٹن یہاں آ گئے اور اپنا سا منہ لے کر واپس گئے۔ جب لارڈ مونٹ بیٹن نامراد ہو کر واپس دہلی لوٹ گئے تو مہاراجہ ہری سنگھ نے ان کے نام ایک خط لکھا اس خط میں اس بات کا اظہار کیا گیا۔


لارڈ مونٹ بیٹن

"میری خواہش ہے کہ دونوں نوزائیدہ مملکتوں سے کشمیر کو علیحدہ رکھوں کشمیر کے جغرافیائی محل وقوع اور اس کی آبادی کی ہیئت ترکیبی کے پیش نظر میری یہ خواہش ہے کہ میں اس ریاست کو آزاد اور خود مختار رکھوں۔"

لارڈ مونٹ بیٹن کے نام مہاراجہ ہری سنگھ کے اس خط کی کاپی شیخ محمد عبداللہ کو بھدرواہ جیل بھیجدی گئی کیونکہ کانگریس اس دوران شیخ محمد عبداللہ کی رہائی اور مہاراجہ کے ساتھ ان کی صلح کرانے میں لگی ہوئی تھی۔ اس لیے مہاراجہ انہیں حالات سے باخبر رکھنا چاہتے تھے۔ شیخ عبداللہ نے اس خط کے جواب میں مہاراجہ ہری سنگھ کو کشمیر آزاد اور خود مختار رکھنے کے خیال سے باز آنے کا مشورہ دیا۔

یقول لارڈ بیرڈ وڈ یہ مشورہ اتنا مضحکہ خیز تھا گویا مہاراجہ کوئی نامعقول حرکت کر رہا تھا۔ مہاراجہ کو اس قسم کا مشورہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ شیخ عبداللہ کے دل میں چور تھا اسی لیے وہ کشمیر کے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ سننے کو تیار نہ تھا۔

لارڈ مونٹ بیٹن کے نام مہاراجہ ہری سنگھ کے خط نے کانگریسی لیڈروں کو مایوس کر دیا چنانچہ ان رہنماؤں نے ایک میٹنگ بلائی جس میں مہاراجہ ہری سنگھ کو منانے کے لیے مہاتما گاندھی کو کشمیر بھیجنے کا فیصلہ لیا گیا۔ اس میٹنگ میں لارڈ مونٹ بیٹن بھی شریک ہوئے اور یہ میٹنگ آزادی سے ۷، اروز قبل یعنی ۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو منعقد کی گئی۔

مہاتما گاندھی کے کشمیر جانے کا فیصلہ اخبارات کے ذریعے مشتہر ہوا تو ڈوگرہ حکومت چوکنا ہوئی۔

مہاتما گاندھی کے اس مشن کا مقصد شیخ محمد عبداللہ کی رہائی اور رام چند کاک کی برطرفی تھا۔ کیونکہ کانگریس کو خفیہ طور پر پتہ چل گیا تھا رام چند کاک ریاست کا الحاق پاکستان کے ساتھ کرانے کے لیے راہ ہموار کر رہا ہے اور اس کے لیے انہیں محمد علی جناح اور لیاقت علی خاں کے ساتھ براہ راست رابطہ ہے محمد علی جناح کو رام چند کاک نے اس حد تک آمادہ کیا کہ اگر مہاراجہ ریاست کو آزاد اور خود مختار رکھنے کا اعلان کرے تو آپ کوئی مخالفت نہ کریں بعد میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ رام چند کاک جانتے تھے کانگریس سرکار کشمیر کو کسی بھی صورت میں پاکستان میں شامل نہیں ہونے دے گی اور اس کے لیے انہوں نے شیخ عبداللہ کو اپنے اعتماد میں لے لیا ہے۔ لہٰذا کاک نے مہاراجہ کے ساتھ صلاح ومشورہ کر کے ریاست کو آزاد رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ محمد علی جناح کے بعد رام چند کاک نے خان لیاقت علی خاں کو بھی اس بات کے لیے راضی کر لینا چاہا کہ اگر حکومت کشمیر ریاست کو آزاد اور خود مختار رکھنے کا اعلان کرے تو آپ کوئی رخنہ نہ ڈالیں ہم ریاست کی اکثریت کا خیال رکھ کر مناسب وقت پر مناسب کاروائی کریں گے نواب زادہ لیاقت علی خاں کو رام چند کاک کے مشن پر شک گزرا چنانچہ انہوں نے اس پلان کو ماننے سے انکار کیا ـــــ رام چند کاک کے اس خفیہ پلان کا راز کسی طرح افشا ہوا تو کانگریس چوکنا ہو گئی اور انہوں نے فوری طور پر مہاتما گاندھی کو کشمیر مشن پر بھیجدیا۔

مہاتما گاندھی کی بات چیت کی تفصیل شیخ محمد عبداللہ کو بھدرواہ جیل بھیجوی گئی تو انہوں نے بھی مہاراجہ سے رام چندر کاک ہٹانے کا مطالبہ کیا تاکہ ان کا پلان تتر بتر ہو جائے اگرچہ یہ پلان صرف رام چندر کاک کا ہی نہیں بلکہ مہاراجہ بہادر کا بھی تھا لیکن مہاتما گاندھی اور شیخ عبداللہ کی تجویز پر مہاراجہ کو رام چندر کاک کو ہٹانا پڑا کیونکہ وہ "کشمیر چھوڑ دو" جیسے پیچیدہ مسئلے میں الجھا ہوا تھا۔ لہٰذا انہوں نے رام چندر کاک کو قربانی کا بکرا بنا دیا۔

شیخ صاحب نے اس سارے معاملے کو مختصر طور پر "آتش چنار" کے صفحہ ۳۹۲ میں یوں تحریر کیا ہے۔

"..... پاکستان کی طرف سے ایک خاص ایلچی مہاراجہ کو پاکستان سے الحاق پر آمادہ کرنے کے لیے سرینگر آیا۔ لیکن اس کی گفتگو منڈھے نہیں چڑھی حالانکہ اس سے قبل رام چندر کاک نے اپنی وزارت اعظمیٰ کے زمانے میں نواب زادہ لیاقت علی خاں کے ساتھ پاکستان کے ساتھ الحاق کے بارے میں پینگیں بڑھائی تھیں۔"

رام چندر کاک نے پینگیں نہیں بڑھائی تھیں بلکہ پلان کو آخری شکل دی تھی۔ یہ راز لیک ہو کر کانگریس چوکنا نہ ہو جائے اور شیخ عبداللہ کو رہا کروا کر اس پلان کو ان کے ہاتھوں ختم نہ کروایا گیا ہوتا تو رام چندر کاک کا مشن کامیاب ہو گیا ہوتا۔

بعض تاریخ نویسوں نے رام چندر کاک کے اس مشن پر شک کا اظہار کر کے یہ دلیل دی ہے کہ دراصل وہ کشمیری عوام اور پاکستان کو دھوکہ دے رہے تھے۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ رام چندر کاک اصل میں کشمیر کو بھارت میں جانے سے روک رہے تھے اُن کہنا تھا اگر کشمیر بھارت کے ساتھ ملایا گیا تو برصغیر کے لیے یہ ایک ناسور بن جائے گا۔

شیخ عبداللہ نے برسوں بعد رام چندر کاک کے خیالات کو درست مان کر اپنی غلطی تسلیم کر کے اُن سے معافی بھی مانگ لی (اس کی مکمل تفصیل اگلے باب میں آئے گی)، اُس وقت جبکہ شیخ صاحب یہاں کانگریس کی لائی کے طور پر کام کر رہے تھے رام چندر کاک کو وزارت سے ہٹانے میں پیش پیش رہے۔

مہاتما گاندھی کشمیر مشن پر روانہ ہوئے تو یکم اگست کو آپ کا لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر بخشی غلام محمد، خواجہ غلام محمد صادق، چوہدری محمد شفیع، مدن لال دوار کا ناتھ اور دوسرے احباب نے خیر مقدم کیا۔ گاندھی جی کے ساتھ ڈاکٹر سوشیلا نیئر، مسٹر برج کرشن

مسٹر پرکاش پال، مسز اندرا گاندھی اور مس منو بائی تھیں۔ نیشنل کانفرنس کے لیڈر کوہالہ پل کے اس پار نیشنل کانفرنس کے کئی کارکنوں نے ان کا سواگت کیا ان میں کامریڈ سنت سنگھ، غلام حسن گیلانی، امرناتھ ذر، پیر افضل مخدومی، پرتھوی ناتھ کول، غلام الدین گیلانی، [illegible] قابل ذکر ہیں۔

حکومت کی جانب سے معزز مہمان کا استقبال کرنے کے لیے خواجہ مبارک شاہ نقشبندی وزیر اعظم رام چندر کاک ان کا پرسنل سیکرٹری نیلہ کنٹھ ڈکو، تحصیلدار مظفر آباد اور کئی اعلیٰ پولیس آفیسر موجود تھے۔

بارہمولہ پہنچنے پر غلام رسول کار محمد یوسف مسعودی، محمد یوسف پرزگر، محمد مقبول مخدومی اور صوفی غلام احمد نے ان کی اگوانی کی، بارہمولہ کے بعد پٹن میں بھی ان کا استقبال کیا گیا۔ اگرچہ محمد یوسف صراف کی قیادت میں مسلم سٹوڈنٹس لیگ نے ان کے خلاف مظاہرہ کیا شالہ ٹینگ میں بیگم شیخ محمد عبداللہ نے نیشنل کانفرنس کی طرف سے ان کا سواگت کیا، گاندھی جی کے گلے میں پھولوں کی مالا ڈالتے ہوئے انہوں نے گاندھی جی کو "اھلاً وسہلاً" کہا۔ چھنہ بل میں نیشنل کانفرنسیوں نے ان کا استقبال اور مسلم کانفرنسیوں نے ان کے خلاف مظاہرہ کیا۔ ہری سنگھ ہائی اسٹریٹ پہنچ کر ان کا راستہ روک دیا گیا "گو بیک گاندھی" کے نعرے لگا کر گاڑیوں پر حملہ کیا گیا۔ امیرا کدل کے پاس پہنچ کر مظاہرین نے کاروں پر گھیرہ ڈال دیا۔ یہاں "قائد اعظم زندہ باد" اور "پاکستان زندہ باد" کے نعرے لگائے گئے۔

امیرا کدل چوک میں شہریوں کی جانب سے خواجہ احمد اللہ شہداد، ڈاکٹر جیوت سنگھ، مسری کنٹھ ڈکو، ڈاکٹر موہن سنگھ، غلام حسن خان، رادھا کرشن کول، ڈاکٹر جنار دھن نے ان کا خیر مقدم کیا۔

یہاں حکومت کی طرف سے گاندھی جی کی کار کے آگے پولیس کی ایک پائلٹ کار رکھدی گئی اور اُن کے پیچھے جتنی بھی کاریں تھیں ان پر نیشنل کانفرنس کے ہل والے جھنڈے لہرائے گئے۔

گاندھی جی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ برزلہ سیٹھ کشتوری لال کی کوٹھی پر گئے۔

کشمیر میں مہاتما گاندھی کا سرکار اور نیشنل کانفرنس کی طرف سے استقبال نے اُن کے مشن کو مشکوک بنا دیا تو مولوی محمد یوسف شاہ نے اپنے ایک بیان میں مہاراجہ ہری سنگھ

کو انتباہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"اگر مہاراجہ بہادر نے مہاتما گاندھی کے اثر میں آکر ریاست کو ہندو انڈیا میں شامل کر لیا تو ریاست میں خلل امن کا زبردست اندیشہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ مہاراجہ بہادر اس نازک ترین موقع پر تدبر سے کام لیں گے اور کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائیں گے جس سے مسلمانانِ کشمیر کے ناراض ہونے کا اندیشہ ہو۔"

اس موقع پر پنڈت پریم ناتھ بزاز نے مہاتما گاندھی کو ایک خط لکھ کر اس بات کا خدشہ ظاہر کیا کہ مہاتما گاندھی نیشنل کانفرنس جیسی آمرانہ پالیسی پر چلنے والی جماعت کی حمایت کر رہے ہیں۔ پریم ناتھ بزاز نے اپنے خط میں نیشنل کانفرنس اور اس کی لیڈر شپ کی غنڈہ گردی، مسلم کانفرنسیوں کی مار پیٹ اور اقلیتی فرقے پر حملے کی تفاصیل بتا کر مہاتما گاندھی کو مشورہ دیا کہ وہ نیشنل کانفرنس کے جھانسے میں نہ آئیں۔

مسلم کانفرنس کے بعض ممتاز لیڈران میں سردار محمد ابراہیم خاں، غلام محمد جوئیلہ مفتی ضیاء الدین، میجر علی محمد اور منشی نصیر الدین قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے مہاتما گاندھی سے اپیل کی کہ وہ ریاست کی سیاست میں مداخلت نہ کریں۔ انہوں نے ایک مشترکہ بیان جاری کیا۔

"ہمیں ڈر ہے کہ کہیں مہاراجہ بہادر پر انڈین ڈومینین کے ساتھ شامل ہونے کے لیے دباؤ نہ ڈالا جائے اس لیے ہم مسلمانانِ کشمیر کی طرف سے یہ صاف ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہم پاکستان ڈومینین کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ مسٹر گاندھی اپنے وعدے کی بنا پر بدنصیب ریاست کی سیاست میں دخل نہ دیں اگر انہوں نے ریاست کی سیاست میں دخل دیا تو حالات بگڑ جائیں گے۔"

ہندوستان کے اتنے بڑے مہاتما کو حالات بگڑنے کی کیا پرواہ تھی۔ انہوں نے سب کچھ سن کر بھی گویا کچھ بھی نہیں سنا، وہ جس مشن پر کشمیر آئے تھے اس پر کام کرتے رہے۔

سرینگر میں مہاتما گاندھی سے کئی وفود ملنے آئے۔ ابھینو بھارت سبھا کا اہتمام کیا گیا۔ یہاں بھجن کیرتن کیا گیا۔ بیگم شیخ عبداللہ بھجن کیرتن سبھا میں شریک ہوئیں تو دوسروں کے ساتھ ان کے ماتھے پر بھی قشقا کھینچا گیا۔ اور وہ حاضرین کے ساتھ "رگھوپتی راگھوا راجا رام" کا ورد کرتی رہی۔

بھجن کیرتن سے فارغ ہو کر مہاتما گاندھی نیشنل کانفرنس کے کئی لیڈروں سے ملے ان میں انڈر گراؤنڈ لیڈر غلام محی الدین قرہ بھی تھے۔

۲ راگست کو انہوں نے بیگم شیخ محمد عبداللہ سے طویل بات چیت کی جس سے یہ تاثر ملنے لگا کہ حکومت اور نیشنل کانفرنس کے درمیان صلح و صفائی کی کھچڑی پک رہی ہے۔

اسی روز مہاتما گاندھی مجاہد منزل آگئے۔ یہاں اُن سے کشمیریوں کے لیے حق خود ارادیت کی حمایت کرنے کو کہا گیا لیکن وہ اس موضوع پر کچھ بتانے پر رضامند نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس کے عذر میں بتایا کہ میں پہلے ہی یہ واضح کر چکا ہوں کہ میں ریاست کی سیاست میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔

ایک مہاتما ہو کر بھی انہوں نے صاف گوئی سے کام نہیں لیا جب کہ ان کا مشن صرف سیاسی تھا اور کچھ نہیں اس کا اعتراف لارڈ مونٹ بیٹن نے کیا ہے۔

بعض تاریخ اور تحریک نویسوں نے لکھا ہے کہ گاندھی جی نے اس بات سے انکار کیا کہ وہ مہاراجہ کو بھارت کے ساتھ الحاق کرنے کا مشورہ دیں گے۔ وہ مہاراجہ اور یہاں کی اکثریت کو کیسے مشورہ دیں کہ وہ ہندوستان کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ کریں۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے مہاتما گاندھی مہاراجہ ہری سنگھ کو بھارت کے ساتھ الحاق کرنے پر آمادہ کرنے آئے تھے۔ وہ شیخ عبداللہ کی رہائی اور رام چند کاک کی برطرفی کا سمجھاؤ بھی لائے تھے۔

مہاتما گاندھی کے دورۂ کشمیر پر "اخبار ٹریبون" نے اپنے اداریے میں لکھا ہے۔

"گاندھی جی نے پنڈت نہرو اور سردار پٹیل کے ساتھ مل کر وائسرائے سے ملاقات کی، اس ملاقات میں خاص "مسئلہ کشمیر" درپیش تھا۔ چونکہ کئی ریاستیں جنہوں نے اس وقت تک اپنے مستقبل کا فیصلہ نہیں کیا عوامی دباؤ کے بغیر ہندو یونین میں شامل ہونے کو تیار نہیں دکھائی دیتے، گاندھی جی کا دورۂ کشمیر اسی مقصد کے لیے ہو رہا ہے۔"

پریم ناتھ بزاز نے اپنے اخبار "ہمدرد" میں لکھا

"جو لوگ مہاتما گاندھی کو سچائی کا اوتار نہیں سمجھتے ہیں بلکہ محض ایک چالاک اور تجربہ کار سیاسی لیڈر تسلیم کرتے ہیں ان کے دل میں شکوک و شبہات کا

پیدا ہونا لازمی ہے یہ دوسرا سوال ہے کہ گاندھی جی کو اپنے مشن میں کتنی کامیابی ملتی ہے۔"

پنڈت جواہر لال نہرو نے اس بارے میں جو بیان پارلیمنٹ میں دیا اور جسے اخبار سٹیٹسمین کی ۱۹ مارچ ۱۹۴۹ء کی اشاعت میں شائع کیا گیا اختصار کے ساتھ حسب ذیل ہے۔

"کشمیر میں ہم نے جتنے بھی اقدامات کیے ان میں گاندھی جی کا آشیرواد حاصل رہا ہے۔"

"لندن ٹائمز" نے ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں لکھا۔

"انڈین یونین اس (کشمیر) مسئلہ میں بڑی گہری دلچسپی لے رہی ہے اور اس امر کے ٹھوس شواہد موجود ہیں کہ مہاراجہ ہری سنگھ مہاتما گاندھی کی ترغیب سے متاثر ہو چکا ہے یہاں مہاتما گاندھی اور کانگریس کے دوسرے لیڈر تین ماہ تک کشمیر کا دورہ کر چکے ہیں۔"

۳ اگست کو مہاتما گاندھی اور مہاراجہ کے درمیان گپکار محل میں تفصیلی گفتگو ہوئی اس گفتگو کے دوران مہارانی تارا دیوی انکی ناز برداری میں لگی رہی۔

مسئلہ الحاق کے علاوہ نیشنل کانفرنس کی لیڈر شپ کی رہائی پر تفصیلی گفتگو ہوئی یہ فیصلہ طے پایا کہ نیشنل کانفرنس کی لیڈر شپ اپنی غلطیوں کی معافی مانگ کر مہاراجہ کے تابعدار رہنے کا تحریری اقرار کرے گی "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک سے کنارہ کش ہو کر مہاراجہ کی وزارت میں شامل ہوں گے۔ مہاراجہ نے شیخ صاحب کے سمیت اُن کے مشورہ پر مزید چار وزیر لینے کا اقرار کر لیا۔ مہاتما گاندھی نے بیگم شیخ عبداللہ سے ملاقات کے بعد مہاراجہ کو اس بات کا یقین دلایا کہ اگر نیشنل کانفرنس کے ورکروں اور عہدیداروں کو رہا کر کے ان میں سے شیخ عبداللہ سمیت چند اصحاب کو وزارت میں لیا گیا تو وہ تحریک سے دست بردار ہو کر مہاراجہ بہادر کی حمایت کرنے کے لیے راضی ہوں گے۔

مہاراجہ ہری سنگھ چاہتے بھی یہی تھے کہ کسی طرح نیشنل کانفرنس کے عہدیداروں سے ان کی صلح ہو جائے کیونکہ وزارت میں ان کی شمولیت کا مرحلہ معاہدہ تک پہنچتے پہنچتے اختلاف کی نذر ہو گیا تھا۔ اب مہاتما گاندھی دوبارہ اس کڑی کو ملانا چاہتے تھے۔ پہلے صرف شیخ عبداللہ کے وزیر اعظم کا معاملہ زیر غور تھا۔ اب ان چند قریبی ساتھیوں کو

بھی وزارت میں لینے کی تجویز تھی جن کی طرف سے معاہدہ کی مخالفت کا اندیشہ تھا۔

مہاراجہ ہری سنگھ نے اس سلسلے میں مہاتما گاندھی کو بات آگے بڑھانے کا اختیار دیا۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے نیشنل کانفرنس کے لیڈر تحریک سے دستبردار ہوں گے یا نہیں؟

مہاراجہ کے محل سے واپس آکر مہاتما گاندھی پھر بیگم شیخ عبداللہ سے ملے کیوں کہ شیخ عبداللہ ان دنوں نظر بند تھے۔ بیگم عبداللہ سے تفصیل گفتگو کرنے کے بعد مہاتما گاندھی دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ مہاتما گاندھی کے ساتھ ہوئی بات چیت کے بارے میں بیگم شیخ عبداللہ نے اپنے شوہر کو بھدرواہ جیل میں تفصیلات بھیجدیں، شیخ صاحب نے اپنی صاحب کے ذریعے (جن کا نام ظاہر نہیں کیا گیا ہے) مہاراجہ ہری سنگھ کو ایک خط روانہ کیا۔ اس میں مہاراجہ بہادر سے صلح صفائی میں سب سے بڑی رکاوٹ یعنی وزیر اعظم رام چند کاک کو ہٹانے کے لیے کہا گیا۔

مرتا کیا نہ کرتا رام چند کاک کو ہٹا کر عارضی طور پر راجہ جنک سنگھ کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ اُنہوں نے ۱۱ اگست کو جب یہ عہدہ سنبھالا تو نیشنل کانفرنس نے پارٹی لیول پر ان کا سواگت کیا اور وزیر اعظم جنک سنگھ زندہ باد کے نعرے لگائے۔ البتہ جنک سنگھ کی تقرری پر کانگریس ناراض ہو گئی۔

جنک سنگھ کے وزیر اعظم بنتے ہی جہاں نیشنل کانفرنس نے شادیانے منائے وہاں مسلم کانفرنس نے اِن کے خلاف مظاہروں کا سلسلہ شروع کیا۔ ۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو مسلم کانفرنس کا جامع مسجد میں چوہدری حمید اللہ خان کی قیادت میں ایک بھاری عوامی جلسہ ہوا بیشتر لیڈروں کے ہاتھوں میں پاکستانی جھنڈے تھے۔ جلسہ کے بعد جلوس نکالا گیا۔ راجہ جنک سنگھ کی طرف سے چوہدری حمید اللہ خاں کو ایک پیام ملا جس میں فی الحال اس قسم کے جلسے اور جلوس سے اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی۔ جب تک کہ مہاراجہ کسی ڈومینین کے ساتھ الحاق کرنے یا آزاد رہنے کا حتمی فیصلہ کرے۔ اس قسم کے جلسے جلوس سے اجتناب کی پاداش میں حکومت نے مولوی یوسف شاہ پر کڑی نظر رکھدی تھی۔ میرواعظ منزل پر سی۔ آئی۔ ڈی برابر ان پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔

مولوی محمد یوسف شاہ نے میرواعظ منزل کی کھڑکی پر اپنے ہم مشکل اور ہم عصر خواجہ

احمداللہ مکائی کو رکھ کر خود راہ فرار اختیار کرلی، مولوی صاحب جب مظفر نگر پہنچ گئے تو انہوں نے اپنی صحیح وسلامت سے پہنچنے کی اطلاع بذریعہ تار سرینگر روانہ کردی اس تار کے مطابق جب مولوی صاحب کو دیکھنے پولیس آفیسر میرواعظ منزل گئے تو انھیں کھڑکی پر مولوی یوسف شاہ کو دیکھ کر حیرت ہوئی۔ حالانکہ یہ اُن کا ڈپلی کیٹ تھا۔

رام چند کاک کے منظر سے ہٹنے کی خبر شیخ صاحب نے سُنی تو انہوں نے مہاراجہ بہادر کو ایک اور خط لکھ کر اس کارروائی پر اُن کا شکریہ ادا کیا۔

چونکہ راجہ جنک سنگھ کی تقرری پر کانگریس خوش نہیں تھی اس لیے پنڈت جواہر لال نہرو نے سردار پٹیل کو اس سلسلے میں مہاراجہ سے رابطہ قائم کرنے کو کہا۔ سردار پٹیل کی کوششوں سے مہر چند مہاجن کو اس عہدے پر تعینات کیا گیا۔


مہاراجہ ہری سنگھ

مہر چند مہاجن

اس دوران مہاراجہ ہری سنگھ کانگریس کی کوئی رائے یا تجویز ٹھکرانے کی پوزیشن میں نہیں تھے کیونکہ کانگریس پارٹی ریاست میں نیشنل کانفرنس کا کھڑا کردہ فتنہ ختم کرنے اور نیشنل کانفرنس کی لیڈرشپ کو ان کا تابعدار بنانے کے کام میں مصروف تھی۔

مہر چند مہاجن اصل میں گوپالا سوامی آئینگر کی طرح کانگریس کا آدمی تھا اور ان ایام میں اپنا آدمی مسئلہ الحاق کے بارے میں ان کی مدد کرسکتا تھا۔

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ نے تاردیوی نے مہر چند مہاجن جو پنجاب ہائی کورٹ کے جج تھے کو اپنے ایک قاصد کے ذریعے پیام بھیجا کہ وہ ہز ہائی نیس کے سامنے حاضر ہوجائیں تاکہ نئے عہدے پر ان کی تقرری پر عمل درآمد ہوسکے۔

۱۸ ستمبر کو مہاراجہ نے مہر چند مہاجن کو پانچ سال کے لیے وزیراعظم مقرر کیا۔

مہر چند مہاجن کی تقرری سے نیشنل کانفرنس کے وہ لیڈر جو جیل سے باہر تھے۔ حیران ہوگئے۔ کانگریس کی طرف سے ان کو اطلاع مل گئی تھی کہ شیخ محمد عبداللہ وزیراعظم بن رہے ہیں اور ان کے دیگر قریبی ساتھی کیبنٹ میں لیے جائیں گے۔

بقول بخشی غلام محمد ہم نے اپنے لیے پورٹ فیلوز بھی مقرر کیے تھے۔ جب اس کے الٹ ہوا تو میں فوری طور پر دہلی چلا گیا تاکہ کانگریس کے لیڈروں سے اس نئی صورت حال کے بارے میں معلومات حاصل کرسکوں ـــــ یہاں ہمیں صبر کرنے کی تلقین کرکے فی الحال خاموش رہنے کو کہا گیا۔

مہاراجہ ہری سنگھ کی کیبنٹ میں شمولیت کی یہ دوڑ دھوپ اس وقت ہورہی تھی جب نیشنل کانفرنس کے مخلص کارکن، معزز شہری اور عوام "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک میں اپنے مال وجان کی قربانیاں دے کر اس تحریک کی آبیاری کررہے تھے۔

لوگ کینگ کے شکار ہورہے تھے۔ ڈنڈے کھارہے تھے۔ سڑکوں پر گھٹنوں کے بل چل رہے تھے۔ پلوں پر پیٹ کے بل رینگتے تھے۔ چوراہوں پر ہاتھ کھڑا کرکے چل رہے تھے۔ قید خانوں میں ظلم وجبر کے شکار ہورہے تھے اور اُن کے لیڈر مہاراجہ سے وزارت کی بھیک مانگ رہے تھے اور اس اقتدار کے عوض میں ان کے وفادار اور تابعدار رہنے کی قسمیں کھارہے تھے۔

مہاتما گاندھی کی سفارش پر انہیں رہائی کا مژدہ اس شرط پر سنایا گیا کہ وہ اپنے کیے کی معافی مانگ کر مہاراجہ بہادر کا وفادار رہنے کا تحریری اقرار کریں۔ انہوں نے "کشمیر چھوڑ دو" تحریک سے دستبردار ہوکر مہاراجہ بہادر کی حکومت قایم ودایم رہنے کے لیے اپنا نقطۂ نظر واضح کردیا جو انہی دنوں "صداقت" میں **ہم کیا چاہتے ہیں** کے نام سے شائع ہوا۔

"ناظرین جس نے مطالبات بغور پڑھے ہوں گے ان کو معلوم ہوگا کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ ہم صرف اسقدر چاہتے ہیں کہ ملک سے افلاس اور غربت، بیکاری مظلومیت کا فور ہوجائے۔ ریاست میں کوئی کسی کا غلام نہ بنے ملک میں امن وامان قائم ہو، کسی فرقہ کو کسی فرقہ کے ساتھ کشمکش نہ ہو، ملک میں عدل وانصاف کا دور دورہ ہو۔ مہاراجہ بہادر کشمیر کی سلطنت اور حکومت مہذب اور مضبوط ہو کر کسی بیرونی طاقت یا حریف کی بے جا مداخلت سے محفوظ رہے یعنی راعی اور رعایا اس طرح



زندگی بسر کریں جیسا کہ بیٹا باپ کے ساتھ، اور تمام رعایا اس طرح سے آپس میں متفق و متحد ہو کر زندگی بسر کریں جس طرح بھائی بھائی کے ساتھ محبت و پریم سے زندگی بسر کرتا ہے اور وہ اس طرح سے ہوگا کہ مسلم رعایا کی گری ہوئی قوم رفعت و کامیابی کے مقام پر پہنچ جائے اور برادران وطن ڈوگرہ راجپوت کے برکات میں شریک ہوں اور ملک میں مہاراجہ بہادر کی حکومت قائم رہے۔"

تاریخ شاہد ہے کہ عوام اور خواص شیر کشمیر کے "کشمیر چھوڑ دو" کے مطالبے پر انہیں اُن کی جرأت، بے باکی اور نڈرتا پر انہیں خراج ادا کر رہے تھے۔ ان کی گرفتاری پر کٹ مر رہے تھے اور خود وہ "کشمیر چھوڑ دو" کے مطالبے سے منکر ہو کر اس سے روگردانی کر کے مہاراجہ بہادر کی حکومت کی دائمی کی قسمیں کھا رہے تھے۔

یہ تھا ہمارے لیڈرانِ قوم کا ظاہر اور باطن۔

اس حال میں خوش رہنا میرے لیے مشکل ہے
تھوڑی سی پی لوں گا گر زہر ہلاہل ہے

شیخ محمد عبداللہ کی رہائی کے لئے کانگریس کی حکمت عملی

مہاجن کو وزیر اعظم کا عہدہ دلانے کے کانگریس کے مقصد سے مہاراجہ کچھ بے خبر تھے البتہ جب مہاجن کے وزیر اعظم بننے پر کانگریس نے خوشی و مسرت کا اظہار کر کے مہاراجہ کو شاباشی دی تو مہاراجہ کو شک گزرا ہو۔ نہ ہو اس میں کوئی مقصد پوشیدہ ہو۔ السٹر لیمپ "کرائسیس اِن کشمیر" میں لکھتے ہیں۔

"مہر چند مہاجن وزارت کے لیے نامزد کیے گئے تو ستمبر ۱۹۴۷ء میں دہلی میں سردار پٹیل پنڈت نہرو اور بلدیو سنگھ کے ساتھ انہوں نے ملاقات کا ایک سلسلہ شروع کیا اور بھارت کے ساتھ ریاست کے الحاق کی شرائط کی بات چیت مکمل کر لی، ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جب انہوں نے وزارت کا حلف لیا تو اس بارے میں مہاجن خود لکھتے ہیں۔ وی۔ پی۔ مینن نے مجھ سے کہا وہ مہاراجہ سے دستاویز الحاق حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

۸ مئی کو دیوان چمن لال، پنڈت جواہر لال نہرو کی ہدایت پر سرینگر آ گیا۔ وہ شیخ عبداللہ کے گھر واقع صورہ گیا۔ بیگم عبداللہ کو پنڈت نہرو کا ذاتی خط پہنچا دیا سرینگر میں قیام کے دوران دیوان نے شیخ عبداللہ کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ دیوان چمن لال کی واپسی پر آچاریہ کرپلانی یہاں آ گئے انہوں نے ایک اخباری کانفرنس کے سامنے فرمایا۔

"ہم نے نیشنل کانفرنس کے ساتھ گزشتہ برسوں سے کچھ وعدے کیے تھے۔ یہ وعدے کہاں تک پورے ہوئے ہیں یہی دیکھنے یہاں آیا ہوں،

مہاراجہ کشمیر نے پہلے ہی کانسٹیچوٹ اسمبلی میں شامل ہونے کا اعلان کیا ہے اگر وہ اپنے وعدے سے پھر جائیں گے تو قدرت خود فیصلہ کرے گی، ہم اُن کی اور رعایا کی بہتری چاہتے ہیں۔ میں مہاراجہ سے ملنے کے لیے جموں جاؤں گا اور یہاں کے لوگوں سے میں یہی کہتا ہوں کہ وہ "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ ترک کریں کیونکہ مہاراجہ یہاں ہی کا باشندہ ہے انگریزوں کی طرح پردیس کا نہیں اگر یہاں کے لوگ مہاراجہ کی سرپرستی میں پنچایت راج مانگیں تو اس میں کوئی برائی نہیں۔"

اچاریہ کرپلانی کا یہ بیان اخبارات میں چھپ گیا تو پنڈت جواہر لال نہرو نے اس بیان صفائی میں بیگم عبداللہ کو ایک خط لکھا جو بعد میں بیگم عبداللہ نے اخبار "خدمت" میں چھپوایا۔ اس میں پنڈت نہرو نے اور باتوں کے علاوہ لکھا تھا۔

"مجھے کشمیر سے جو محبت ہے وہ برقرار رہے گی میں کوشش کر رہا ہوں کہ شیخ عبداللہ جلد رہا ہوں بات چیت جاری ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کی ہمیں پوری امید ہے۔"

آچاریہ کرپلانی جموں میں مہاراجہ سے ملے تو ان کا کہنا ہے "میں نے شیخ عبداللہ کو قید سے چھوڑنے اور انہیں وزیر اعظم کا عہدہ دینے پر مہاراجہ کو راضی کر لیا" مہاراجہ وزیر اعظم کے بجائے ڈپٹی وزیر اعظم دینے پر آمادہ تھے۔ اس غلط فہمی کے درمیان کون صحیح تھا کون غلط اس بات کو الگ رکھ کر مہاراجہ نے شیخ عبداللہ کی طرف سے معافی نامہ جس میں وہ ان کا وفادار رہنے کا تحریری اقرار کرے پیش کرنے کی شرط رکھ دی چنانچہ اس سلسلے میں شیخ عبداللہ سے جیل میں رابطہ قایم کیا گیا اور انہوں نے مہاراجہ بہادر کی خدمت میں خط بھیجوایا۔ ملاحظہ ہو۔

۲۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

سرکار والا مدار

تقریباً ڈیڑھ سال کی اسیری کے بعد مجھے ٹھاکر پنچت چند جی (مہارانی تارا دیوی کا بھائی) کے ساتھ تفصیل سے بات چیت کرنے کا موقعہ ملا، اسی دوران ریاست میں جو ناخوشگوار واقعات ظہور پزیر ہوئے ان کا تذکرہ غیر ضروری سمجھتا

ہوں ریاست کا ہر بہی خواہ یہ محسوس کرتا ہے کہ بہت سے ناخوشگوار واقعات کی بنیاد غلط فہمیاں ہیں جو غرض مندوں نے اپنے اغراض پورا کرنے کے لیے پیدا کی تھیں، سابق وزیر اعظم رائے بہادر رام چند کاک نے اپنی شاطرانہ چالوں اور شرارت آمیز طریقوں سے ان غلط فہمیوں کو عروج پر پہنچایا اگرچہ عارضی طور پر ہی سہی وہ کسی حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اس نے مجھے اور میری جماعت کو ہمیشہ غلط رنگ میں پیش کیا اور جب بھی میں نے سرکار اور رعایا میں رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کی اس نے میری کوششوں کو ذاتی غرض کا نام دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ سرکار والا کے اور ریاست کے تمام ایسے دشمنوں کا پردہ فاش ہو چکا ہے۔

ماضی میں جو کچھ بھی ہوا اُس سے قطع نظر میں سرکار والا کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں اور میری پارٹی سرکار والا کی ذات، شاہی خاندان یا تخت شاہی کے کبھی بھی بدخواہی کا جذبہ نہیں رکھتے تھے۔ اس خوبصورت ملک کی نشوونما ترقی اور عام لوگوں کی حالت بہتر بنانا ہی ہمارا مشترکہ مقصد ہے جس کو پورا کرنے کے لیے میں اور اپنی جماعت کی مکمل وفاداری اور امداد کا یقین دلاتا ہوں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ میں سرکار والا کو یہ بھی یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ریاست کے اندر یا باہر کی کوئی جماعت ہماری اس کوشش میں اگر سدِ راہ بننے کی کوشش کرے تو ہم اُسے ملک کا دشمن سمجھیں گے اور اُن کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں گے۔ جن مشترکہ مقاصد کا ذکر اُوپر کر چکا ہوں اُن کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر اعتماد اور یقین کا ہونا ضروری ہے اس کے سوا ان مشکلات کا کامیابی سے مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ جو اس ریاست کو سب طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔

اس خط کو بند کرنے سے قبل میں دوبارہ سرکار والا کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں آپ کا وفادار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا مجھے موقع بخشے کہ یہ ریاست سرکار والا کے زیر سایہ امن و آشتی کا گہوارہ بنے اور ترقی کے راستے پر گامزن ہوتے ہوئے اچھی حکومت کی ایسی مثال قائم کرے کہ دوسری